

دوفنست

معہجہ قرضی اور گذشتہ بیس

مولانا سید ابو حسن علی ندوی

دوہفتہ

مغرب قصہ (مراکش) میں

پہنچ

سفر مغرب اقصے (مراکش) کے تجربات
تاثرات، مشاهدات، جذبات و کیفیتیاں

ام

مولانا سید ابو الحسن علی نڈوی

مع

پیش لفظ از مولانا عبد السلام قدس ائی ندوی مرحوم
ناظر وار بصیرین عظم لکھد

و مفصل تاریخی جائزہ

مُولوی شمس بَرِّيْحَان رَبِّيْنْ بْلَقْلَقْ
و نَسْرِيَّاتِ اسْلَام
مکتبہ دوسرے مکارم نگر لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ

بِارُوْم

منور علی متعلم دارالعلوم كتابت

جے کے پریس ڈلی طباعت

ایک سو ایکس کل صفات

دش روپیہ قیمت

بَاهْتَام

غَيْنِي الرَّحْمَن طَبِيَّ

طابع و فاشر

www.abulhasanalinadwi.org

مَكَتبَةُ فَرْدَوسٍ مَكَامٌ نَّجَرِي لِكَفَنَا



مولانا عبد السلام قدواتی ندوی مٹی

تقریباً ساٹھ برس ہوئے اس وقت میری تعلیم اردو کے ساتوں درجے
آگے نہیں بڑھی تھی اتفاقاً ایک عزیز کے یہاں ڈاکٹر اقبال کا شکوہ نظر آیا مشکل کتابوں
کے سمجھنے کی استعداد بھی بہت کم تھی لیکن کتاب خوانی کی عادت ایسی تھی کہ جو کتاب
نظر آجائی اسے الٹ پلٹ کر دیکھے بغیر چین نہ آتا، ڈاکٹر اقبال کے نام سے واقع تھا
اپنی نصابی کتاب میں ان کی نظم "نیاشوالہ" اور سارے یہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
پڑھ چکا تھا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا مسلم ہیں ہم دن ہے سال جہا ہمارا
والآخر نہ بھی کئی بار کان میں پڑھ کا تھا۔ ڈاکٹر اقبال کا نام دیکھ کر فوراً شکوہ کی درج گردانی
شروع کر دی، سمجھا تو زیادہ نہیں مگر ان کے شعر گنگنا تارہ اور مزے لیتا رہا۔ اس سلسلہ
میں جب یہ شعر پڑھا۔

و شست تو دشت میں دریا بھی نہ چھوڑ کہم نے
بکر ٹلمات میں دڑادیتے لکھڑے ہم نے
تو بڑا ہی لطف آیا۔ چھوڑے اور گھوڑے کی صوتی سہ آسنگی ایسی بھلی معلوم ہوتی کہ بار بار
www.abuflasanalnadiwi.org
اس شعر کو دہراتا رہا۔

اس وقت تاریخی مطالعہ تو کچھ ایسا تھا نہیں کہ میں اس شعر کا مطلب

لئے انسوں ہے کہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ () کو مولانا شاہ اتنے انتقال دریا اور یکم شوال المکرم ۱۴۰۰ھ
کو متصلًا بعد نماز عید اپنے دن میں وفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

سمجھ لیتا، بس ایک شاعرانہ تخلیل اور نقطی طلسم سمجھ کر دل خوش کرتا رہا، اس واقعہ کے کئی برس بعد جب ندوہ میں داخل ہوا اور تاریخ اسلام کی کتابیں پڑھیں تو معلوم ہوا کہ اس شعر میں بعض شاعرانہ خجال آرائی اور قافیہ بندی نہیں ہے بلکہ ایک تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے میشوہ سپہ سالار حضرت عقبہ ابن نافع جب شمالی افریقہ کی تسخیر مرست امور ہوئے تو انہوں نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی تھوڑی ہی ددت میں مخالفوں کے چکے چھوٹ گئے اور اس سیلِ ردا کے سامنے ان کے ٹیسے ٹیسے لشکر تنکے کی طرح بہہ گئے اور زیادہ عرصہ نہیں گذر کہ اسلامی فوجیں توں دوبارہ اتر سے گزر کر مرکش پہنچ گئیں اور چند ہی دن میں بحر ظلمات کی موجیں ان کے قدموں کو چھوڑ ہی تھیں، جذبہ جہاد اور اعلاء کلمۃ الہی کے شوق کا یہ عالم تھا کہ بحر زفاران کے عزم میں ذرا بھی ضعف نہ پیدا کر سکا اور خشکی کی طرح بے تکلف پانی میں اتر گئے، ان کو عہد فاروقی میں مائن کی تسخیر کا واقعہ یاد تھا، دریائے وجلہ طغیانی پر تھادشمن سمجھ کے اب عرب آگے نہ ٹھہر سکیں گے ویاں ان کی بیش قدمی روک دی ہے لیکن جماعت دین اسلام بھلا اس قسم کی رکاوٹوں کو کب خاطر میں لاتے تھے بے جھجک دریا میں گھوٹے ڈال دیئے وشمن کی فوجوں نے اُس پاریہ نہماشاد دیکھا تو بہت خوش ہوتے کہ چند لوگوں میں یہ عرب تھے آب ہو جائیں گے لیکن جب حضرت سعد بن ابی وفا ص اور ان کے رفقاء گھوڑوں کو تیراتے ہوئے کنارے کے قریب پہنچتے نظر آئے تو ”دیوال آمدند دیوال آمدند“ کہتے ہوئے سمجھا گے حضرت عقبہ کو یہ واقعہ یاد تھا سمندر سامنے آبا تو اسی طرح بے باکانہ اسکے اندر داخل ہو گئے لیکن بحر ظلمات دجلہ نہیں تھا کہ چند سو گز تیر کر پار ہو جاتے یہ تو ایسا صحیط بے کراس تھا کہ جہاز اس بھی اس کی بیہیت سے لزتے تھے مجبو اپنے دلادم کے بند کھڑکے ہو گئے *Wala abul haq* لاکاہ اہی میں عرض کی خدا یا یہ بحر زفار حائل ہے ورنہ جی چاہتا ہے کہ برابر آگے ٹھٹھا جاؤں اور بحر و برسیں تیرے نام کی منادی کروں۔

اس وقت سے شمالی افریقہ اور خاص طور سے مغرب قصی (مراکش) سے
دھپی برصغیر کی پھر جب انگلیس (اپین) کی تاریخ پڑھنے کا موقع ملا اور معلوم ہوا کہ مفتر
قصی ہی کے جواں ہمت مجاهد تھے جنہوں نے اپین کے صنایع جو سفر مان روا اڈ ک
کے حبہ و جلال کو خاک میں ملا دیا تھا اور یورپ کا یہ سر سبز و شاداب علاقہ قبض کر کے
اسلامی مملکت کے حدود تک پہنچا دیتے تھے تو اس دھپی میں اور اخاذ
ہو گیا، طبیعت کی بہادرانہ ہم اور طارق کے دلیرانہ اقدام اور متوكلا نہ اندماز نے دل میں
عزم و حوصلہ کی لازوال تصویر نقش کر دی بھلا کون ہمت کرتا تھا کہ چند ہزار سپاہیوں
کو لے کر برعظم یورپ کے اندر قدم رکھے اور دشمن کی قوت و طاقت سے بے نیاز ہو کر
نبردازی کی لئے تیار ہو جائے اور وہ بھی اس حال میں کہ کشتیاں جل چکی ہیں اور وہی
کی رہا منتظر ہے، طارق ساتھیوں سے کہہ رہا ہے۔

العد و امامكم والجحرواءكم دشمن تمہارے آگے اور سند پیچے ہے

نَابِيْنَ الْمُفْرِّ اب فراہ کا موقع کہاں ہے
ذرخیال تو کیجئے دشمن کی تازہ دم اور آہن پوش فوجیں سامنے کھڑی ہیں لیکن خوف و
ہراس کے بجائے قش و کامرانی کا کامل یقین اور نصرت خداوندی پر پورا بھروسہ طاقت
اسباب پر نظر رکھنے والے فرقیوں کو سبب الاصباب کی یاد دلاتا ہے، ڈاکٹر اقبال نے تین
شرطوں میں پرساری داستان بیان کر دی ہے۔

طارق چوبر کنارہ انگلیس سفینہ سوخت

گفتہ کار توبہ نگاہ حشر و خط است

www.abulhasanajinadwi.org

دور یکم از سواد وطن باز چوں رسمیم

ترک سبب ذرہ کے شریعت کجا رواست

خندید و دست خوبیش پرشمشیر در گفت ہر ملک ملک ب والاست کہ ملک خدا گاست

فتوحات ہی نہیں علم و فن تہذیب و تمدن، ایجاد و اختراع کوں سی چیز ہے جس میں اندرس مرhom کی یاد نہیں آتی اور اندرس کے ساتھ مرکش مغرب قصی کی یاد بھی ناگزیر ہے کوئی بھلانا بھی چاہے تو ممکن نہیں ہمغرب اور اندرس کی تاریخ اس درجہ ایک دوسرے سے پیوستہ ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرے کی یاد ضرور آتی ہے زندگی کے ہر میدان میں ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے عہد عروج ہٹلوورز وال ہر زمانہ میں اپین (اندرس) کے ساتھ مغرب قصی (مرکو) اور مغرب قصی کے ساتھ اپین کا ذکر تاریخ کے اوراق میں نظر آتا ہے۔ عہد امارت میں بھی مرکش کے سپاہی، مرکش کے امیر مرکش کے صاحب علم اور مرکش کے صاحبان سیاست و تدبیر اندرس پر چھاتے رہے اور جب ملت افسرود کے تن ناؤں میں تازہ خون کی ضرورت محسوس ہوئی تو مغرب قصی کی طرف سے اس کی پیش کش ہوئی پھر جب اندرس میں خود فلاافت کا دور آیا تو اسکے قدم چانے والے مرکش ہی کے لوگ تھے عبادیوں کی واروگیر سے چپ کر جب عبد الرحمن الداخل یہاں پہنچا تو یہیں کے باشندوں نے اس کو پناہ دی اور پھر انہیں باہمت معاونین کے سہارے وہ اندرس میں داخل ہوا اور قرطیبہ کے تخت پر بیٹھا اسکے جانشینوں نے ہڑی و سیع اور شان دار سلطنت قائم کی جسکے ذریعہ یورپ میں تہذیب و تمدن اور علم و فن کی روشنی پھیلی لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں گے تو ہر میدان میں مغرب قصی کے اشخاص نہیں ایسا ہے۔

لہ اس وقت جب اندرس دمشق کی مکنی حملہ کوں کے ساتھ تھا تو اس کی www.abuhasanamadwi.org بیکھ بھال کے لئے مرکز سے امیر مفتہ ہوتے تھے یہ عہد امارت کھلاتا ہے۔

۶

پھر جب صدیوں کی شاندار حکومت کے بعد اندرس کام کرنی نظام کمزور ہوا اور ملک طائف الملوک کا شکار ہو گیا تو عیسائی حکمران کو خیال ہوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عربوں کو نکال کر سارے اپسین میں عیسائی حکومت قائم کرو دی جائے یہ بُنا زک وقت تھا عرب سلطنت ٹھکڑے ٹھکڑے ہو چکی تھی کسی امیر میں دم نہ تھا کہ عیسائیوں کی متعدد طاقت کا سامنا کر سکتا، مسلمان پیپا ہوتے جا رہے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ چند ہی دن میں انکاف اور ہے ایسے تشویش انگریز زمانہ میں مرکش کے فران روا آگے بڑھے اور عیسائیوں کے خواب کو خواب پریشان بنادیا سلطان یوسف بن تاشفین نے زلاقہ کے معركہ میں نصرانی فوجوں کے پر پیچے اڑا دینے اور سلطان ابو یعقوب نجف مرج الحدید میں ان کو ایسی ذلت بخش شکست دی کہ صدیوں سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان علاقوں کی تاریخ پڑھتے وقت اکثر میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش اس محبوب سر زین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا، فاتحین کے نقش قدم کو چومنا اور جاہدین کی خاک پا کو سرمہ چشم بنانا، ایک دن آزوؤں کی اس ونیا میں دیر تک گمراہ آنکھ لگی تو قرقاطہ کی مسجد میں کھڑا تھا کچھ دیر اس جنت ارضی کی سیر کرتا رہا اور مردان حق کے نقوش جیل کو دیکھ دیکھ کر سر دھنترانہا، آنکھ کھلی تو یہ دلکش نظارے دیر تک دل کو تظریپاتے رہے، رمضان کا آخری عشرہ اور پچھلے پہرا وقت تھا، اٹھکروضو کیا اور نماز پڑھ کر دعائیں اٹھی کر

حدایا اس خواب کو حقیقت بنادے

اس زمانے میں ہم لوگ ادارہ تعلیماتِ اسلام لکھنؤسے والبستہ تھے اس ادارہ میں بڑی عمر کے لوگوں کو عربی زبان کے ساتھ قرآن مجید کی تعلم دی جاتی تھی ادارہ کی طرف سے www.abuhasanahmadwi.org تعمیر کے نام سے ایک پندرہ روزہ رسالہ نکلتا تھا اسکی ادارت میں میرے ساتھ محبت کرم مولانا سید ابوالحسن علی بھی شریک تھے، ہم دونوں کا نام سرور ق پر درج ہوتا تھا یہ ساری سرگزشت اس میں لکھی ہوئی ہے۔

^

اس وقت یہ خواب اسی معلوم ہو رہا تھا اور خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ کبھی
یہ "رویا" واقعہ بن جائے گا لیکن چند برس کے بعد جب علی میاں کو اپسین جانے کا موقع ملا
اور انہوں نے قرطبہ کی جامع مسجد اور غزنیہ کے قصر الامر کی زیارت کی اور اس کے بعد
پہلے دونوں مرکزش کی سیاحت نصیب ہوئی تو دل نے کھما۔

هذا اتویل دریای من قبل یہی رے پہلے خوب کی تعریف ہے جسے
قد جعل هاربی حقاً میرے رب نے حقیقت بنادیا۔
"تعمیر" کے ایک مدیر نے خواب میں جو دیکھا وہ سرے مدیر نے اس کا کھلی^ا
آنہوں مشاہدہ کر لیا۔

بات میں بات نکل رہی ہے اور داستان طویل ہوتی جا رہی ہے آپ علی
میاں کی شگفتہ اور پر کیف تحریر سے لطف اندر وز ہونا پاہتے ہوں گے، اب بیش زیادہ
دیر آپ کے صبر کی آزمائش نہیں کرنا چاہتا سفر نامہ کھونے اور خود مسافر کی زبان سو داستان
سفر سنتے، اس کے اندر آپ کو ایمان کی جھلک بھی نظر آئے گی اور عمل کا ولوہ بھی، نامور
اسلاف کے تذکروں میں یوں بھی کم بایہ اخلاف کے لئے دل کی تقویت اور روح کی تازگی
کا سامان ہوتا ہے، پھر جب لکھنے والا صاحب دل اور صاحب نظر ہو اور اس کا قلم جاں نوازا
جذبات افریں ہو تو قارئین کے دل و دماغ کا کیا عالم ہو گا، افکار و خیالات کی روانی اور عمر
و حوصلہ کی جوانی تجیل کو رفت اور عمل کو وسعت عطا کرے گی۔ سیاح نے قدم پر
دل کے تاروں کو چھپیرنے کی کوشش کی ہے اور عہد بہتر سارے کے گل و گلزار کو دکھانے کے
سامنہ عہد خدا کے خازار کی جھلک بھی دکھانی ہے تاکہ ناظرین اپنے دور کی زبوں
حال کو تمہیں اور عہد رفتہ کے بہت افریں واقعات سے زندگی کی شب تاریک کو سحر
کرنے کی کوشش کریں، کتاب کے شروع میں مولوی شمس تبریز کے قلم سے مغرب
قصی کی تاریخ کا حصہ بھی دے دیا گیا ہے تاکہ سفر نامہ کے اشارات اور مجمل بیانات

کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

امید ہے کہ یہ سفر نامہ وچپی سے پڑھا جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اگر ویدۃ عبرت نگاہ اور قلب نصیحت پذیر ہو تو اسکے اندر عبرت اور بصیرت کا سامان بہت ہے۔

فہل من مدد کر

ڈار المصنّعین عظیم گڑھ

الرشعبان سنہ ۱۳۹۶ھ

مطابق

الگست سنہ ۱۹۶۴ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیشہ الفط

زیر نظر کتاب ”دو ہفتے مغرب قصیٰ“ (مراکش) میں ”راقم سطور کا وہ سفر نامہ اور روز نامچہ ہے جو اس نے ہندوستان والی پر اپنی عالالت کے دوران ان اشارات کی مدد سے جو عزیز فقی سفر نولوی سید محمد رائع ندوی سلیمان نے چلتے پھرتے نوٹ کرنے تھے مرتب کیا۔ اب اس خیال سے کہ مغرب قصیٰ کے متعلق اس تحقیقی برعظم میں اردو میں بہت کم تحریر ہی سرایا اور مفاد ہے، نیز اس بناء پر کہ اس میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کے لئے دلچسپی اور عبرت دو غلط کاسامان ہے اس کو اشاعت کے لئے دیا جا رہا ہے۔ مُصنف ”مکتبہ فردوس“ کاشکار گزار ہے کہ اس نے اس کی اشاعت کا بندوبست اور اس کو اہلِ ذوق ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچنے کا سامان کیا۔

مُصنف نے مناسب سمجھا کہ اصل سفر نامہ اور روز نامچہ ٹڑھنے سے پہلے مغرب قصیٰ کی تاریخ اور وہاں کے واقعات و تبدیلیوں جو کومتوں کے عروج و زوال اور اس ملک کی ترقیات و تمدن و تہذیب کا مختصر جائزہ پیش کر دیا جائے تاکہ سفر نامہ اور روز نامچہ ٹڑھنے میں ناظرین کو شغلی اور واقعات کے پس منظر کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے دشواری نہ پیش آئے۔ اس قدر سے نازک اور دشوار کام کے لئے انسنے اپنے فاضل عزیز نولوی شمس تھویی حاکم صاحب رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کو زحمت دی کہ وہ عربی اور انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک ایسا منہج کر دیا جائے کہ اس مضمون مُرتّب کریں جو ضروری معلومات پر مشتمل ہو اور جس سے اس ملک کا ماہنی کسی قدر تفصیل کیسا جائے اور حال اجمال کے ساتھ سامنے آجائے۔ مجھے اس بات کے اظہار میں خوشی ہے کہ انھوں نے حسب توقع یہ کام سلیقہ اور قابلیت سے انجام دیا، اور اس سے اس

کتاب کی علیٰ قدر و قیمت میں معتقد بہ اضافہ ہو رہا ہے۔

مصنف کو اس حقیقت کے اظہار میں بھی خوشی ہے کہ اس نے اس سفرا نامہ میں میر دبیت قاضی ولی محمد صاحب کشمئذ وی مر جوم کے "سفر نامہ مرکش" سے فائدہ اٹھایا جو افسوس ہے کہ اس نے سفر سے مراجعت کے بعد پڑھا، اور جو وہ شہرت و قوت حاصل نہیں کر سکا جس کا وہ سبق تھا، قاضی صاحب کا جذبہ اسلامی اور خلوص اس کی سطسطر سے نہیاں ہے۔

مناسب سمجھا گیا کہ *خَنْ الْآنِ فِي الْمَغْرِبِ* کے عنوان سے رباط میں جو مضمون شروع کیا گیا تھا جس میں ال مغرب قصی کو انکی تابناک و درخشاں تاریخ یاددا لئے ہوئے تھے خطرات اور ان کی نتیٰ ذمۃ داریوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اس شروع میں شامل کر دیا جائے کہ اس میں مصنف کے مطالعہ و تجربے کا پختہ اور اس کے مذاہنہ شورے آگئے ہیں، امید ہے کہ اس سے اس جمیع میں گراں قدر اضافہ ہو گا عربی مضمون کا

ترجمہ مولوی محمد الحسینی مدیر *البعثة الإسلامية* کے قلم سے ہے۔

رفیق قدیم و محبّت گرامی مولانا عبد اللہ اسلام صاحب قدواںی ندوی کے مقدمہ اور تعارف نے اس کتاب کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ کر دیا، ان کو اپسین اور مغرب قصی کی تاریخ سے پرانی تجھی ہے اور وہاں کی تاریخ پرانی کی گھری نظر ہے، مصنف و ناشر اس عزت افرانی کے لئے ان کے شکر گزار ہیں۔

امیں ہے کہ یہ سفر نامہ اور کارون ناچہ اہل وطن کے لئے ایک

سوغات ثابت ہو گا اور دلچسپی و پیغمبر اعلیٰ ﷺ کے طبقہ میں موقوف ہو گا
www.abulhasanahmed.com

ابوعکس

۱۹۶۲ء
مطابق ۱۳۹۷ھ
طبع ۳ جولائی ۱۹۶۲ء

مکالمہ

ایک تاریخی جائزہ

مراکش: ایک تاریخی جائزہ

اپنے اگر ہمارے دوسری گم شدہ ہے تو مراکش فروں بازیافت ہے فروں بول نہیں
میں مسلمان مراکش کے راستے گئے تھے، اور پھر زدال انڈس کے وقت جب دہان کی سڑیں
مسلمانوں پر تنگ ہو گئی تو ان خانہ بر بادوں کے لئے مراکش ہی نے اپنی آنکھیں پھٹکائیں
انڈسی تمہذیب و ثقافت کا پا کھپا سر ما یہ دوبارہ جی بنی برگ وبار لا یا اور اس طرح یہ سڑیں
انڈس شانی اور اس کا نعم السبد ثابت ہوتی ہیں۔

مراکش Morocco جس کا اصل تلقظہ مراکش ہے اپنے محل و قوع کے
حاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، ایک طرف وہ بڑا عظم افریقہ کا آخری مغربی کنارا ہے
دوسری طرف یورپ کا قطبی پریوسی بھی ہے، اسکے ساتھ ہی بحیرہ روم۔ MEDITERR.
انڈس ANEANSEA اور بحیرہ اطلنٹک Atlantic Sea جیسے تجارتی سمندروں پر اس کی متنزہ
بندرگاہیں واقع ہیں اس کا قربہ ۵۵۶، ۷۲۴، ۹۹۴ میل ہے اور آبادی ۱۹۴۴ء تک ایک
کروڑ تھی لہ احمد عبداللہ المددوسي کے بوجب اس کا قربہ ۸۰۴۷۳ میل ہے اور ۱۹۴۳ء
یہی آبادی ۱۹۲۵ء میں تھی لہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق رقبہ ۳۰۸۵ میل ہے کیلومیٹر اور
جن ۱۹۴۲ء میں ۱۵۳۸۹ میل تھی لہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق رقبہ ۳۰۸۵ میل ہے کیلومیٹر اور

مراکش کی بڑی بندرگاہیں یہیں۔ ملیلہ، سبط، طنجہ، العرائش، رباط، کاسابلانکا، مزغان، اغادیر، تطوان، مہدیہ، سلا، اسپی وغیرہ۔ دارالحکومت رباط کے بعد بڑے شہر فاس، مکناس، طنجہ، الدارالبيضاہ، تطوان، مراکش اور وجدہ ہیں۔

پڑاٹی تاریخ

مراکش کی قدیم تاریخ ۵ ق م تک جاتی ہے جب کارتھج (قرطاجنہ) کے باشندے ہتوں نوآبادی قائم کرنے کی غرض سے جبل الطارق سے آگے تک کاسفر کیا یہ ساٹھ چہازوں پر تیس ہزار آدمی لے کر اس ہم پرروانہ ہوا تھا اس نے مغرب قصیٰ میں کئی جگہ نوآبادیاں قائم کیں، انہی کارتھج والوں سے رویوں کی وہ شہرو لٹایاں ہوتی رہی تھیں جنہیں پیونک دار کہا جاتا ہے، قدیم مورخ شماں افریقہ کی بعض قوموں کا تذکرہ کرتے ہیں جو کارتھج کے سرداروں، ہنپی بال، ہنڈر بال، ہمل کارنے اپسین کی طوف حملہ کیا اور ان کو رومنوں نے پچھے ڈھکیل دیا، ہنٹو کے ایک ہزار سال بعد حصیٰ نین کے جزل بیلی سائیں نے ۵۵۵ میں ونڈال (جرمن نسل) سے کارتھج کو فتح کیا۔

اکثر عرب مورخین کی راستے میں یہ قدیم باشندے فلسطین کے رہنے والے تھے جن کو حضرت داؤد نے ملک بدر کر دیا تھا اور وہ کسی سردار کے ہمراہ افریقہ چل آئے، ابن خلدون نے بربروں کو کنعانی الاصل لکھا ہے، ابن حزم بھی ان کو عربی الفسل کہتے ہیں کارتھج کی فتح کے ۴۲ سال بعد جب روما پر سرداروں کا قبضہ ہوا تو انہوں نے مغرب حصیٰ کے کچھ علاقوں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا، بربروں کی سریشی سے تنگ اگر

رومیوں نے ۱۴۷۶ء میں طائفیات تک برابری کا پیچا کیا اور اسے ایک رومی صوبہ بنادیا۔ ۱۴۷۶ء سے رومیوں کا زوال شروع ہو گیا اور یورپ کے حشی قبائل و نژاد اور گوکھ وغیرہ نے اس علاقے پر تاخت شروع کی۔ رومیوں کی حکومت ۱۴۷۳ء تک رہی پھر حشی قبائل حکماں رہے اور ۱۴۸۲ء میں مرکش دوبارہ رومیوں کے پاس آگیا اور اسلامی عہد تک رہا۔ رومی عمارتوں کے کھنڈر مکنا سے کے قریب تک بھی موجود ہیں۔ لہ

فُوْمَمْ بِكَلْبَرْ

برابر ایک سخت جنگ جو اور تنہ خو قوم تھی جو اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان ہو گئی، ابن خلدون کا بیان ہے کہ ”وہ بارہ مرتبہ مرتد ہوتے اخیر میں موسیٰ بن نعیمؑ کے عہد سے اسلام پر ہمیشہ کے لئے ناقم ہو گئے۔“

یافوت حموی نے بجم البلدان میں برابر کو بدترین خلافت لکھا ہے لیکن اس کے برعکس ابن خلدون لکھتا ہے کہ برابر کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک معزز و بدجہ اور کثیر آبادی والی قوم تھے اور عربوں، ایرانیوں، رومیوں اور یونانیوں کے ہم پلے رہے ہیں ان میں اخلاق حسنہ، خودداری، مہمان نوازی، پاس عہد، صبر و ثبات، عیوب سے چشم پوشی اور عفو در گزر، عالی ہمتی و ہم جوئی، اللہ کے دین کی نصرت ایسی معروف چلی آ رہی ہے کہ لوگ ان کی اتنی بے لائ کرنا پسند کریں اپنی انھیں صفاتِ جیدہ کے سبب وہ حکومت و سلطنت تک مالک ہوتے اور ان میں صفاتِ اول کے لوگ جیسے یوسف بن تاشفین اور علی بن موسیٰ بن علی وغیرہ پسید رہوئے۔

اسلامی فتوحات کا اغماز

حضرت عزیز کے زمانے میں ۲۲۶ھ میں حضرت عمر بن العاص نے مصر ویسیا اور توں فتح کیا تھا۔ ۲۲۶ھ میں حضرت عثمان کے حکم سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے افریقہ پر دس ہزار کی فوج کے ساتھ حملہ کیا اور اس کے پیشتر علاقے فتح کرنے اور ۲۵ لاکھ درم سالانہ خراج پر مطلع ہوتی رہیں۔ ابن خلدون اس جنگ میں جرجیر (گریگوری) کی افواج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار اور مسلمان کی تعداد بیس ہزار بتاتا ہے۔ وہ اس مبارک معمر کے نیں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن زیر رضی اللہ عنہم اور حضرات حسینؑ بھی شریک تھے۔ وہ ان کے سلسلے میں اتنا بتا دینا اور ضروری ہے کہ بربادوں کے انتداد کے بعد ۳۲۷ھ میں انہوں نے دوبارہ افریقہ پر حملہ کیا۔ ۳۲۷ھ میں قسطنطین بیزی ہر قل نے۔ ہر کشتیوں کے پیڑے سے اسکندر پر حملہ کیا جسے انہوں نے کل۔ ہر کشتیوں کے ساتھ شکست دی یہ معرکہ ”غزوہ ذات الصواری“ سے مشہور ہے۔ وہاں سے ۳۲۵ھ میں پلٹے تو حضرت عثمانؑ کے خلاف بغاوت کی خبر ملی، حضرت علیؓ نے ان کو دس سالہ ولایت مصر سے الگ کر دیا، آپ نقش کے دلوں میں عقولان چلے گئے اور دعے مانگا کرتے کہ اللہ جعل خاتمة نعمتی صلالة الصبح (اے اللہ نماز صح پر میرا خاتمه فرماء) چنانچہ ۳۲۶ھ کی ایک صح کو سلام پھیرتے ہی جان، جاں اُفریں کے سپر کر دی۔ رضی اللہ عنہ و ارضاء کے ان کے بعد وسرے فاعل معاویہ بن حدیث السکونی کا نام آتا ہے جو فتح مصر میں بھی شریک تھے انہوں نے افریقہ پر تین بار ہجہ سا دکیا، پہلی بار حضرت عثمانؑ کی خلافت میں ۳۲۸ھ میں قیروان کو فتح کیا پھر ۳۲۹ھ بالاذری بھی ہی تعداد بتاتا ہے (قادۃ فتح المغرب) (بیردت ۱۹۴۴ء) میں این خلدون ۱۰۸/۶

میں بنشرست فتح کیا پھر امیر معاویہ نے انھیں روئیوں کے مقابلہ پر بھیجا (۲۷۵) اس مہم میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد الملک بن مردان بھی آپ کے ساتھ تھے ان کی دس ہزار کی فوج نے ۳۰ ہزار کے روی شکر کو قلعہ اجم کے پاس شکست دی پھر آپ نے حضرت عبد اللہ بن زید کو سوسمیں کی فتح کے لئے بھیجا، آپ نے قیروان میں تین سال قیام کیا اور فناہی عمارتیں بنائیں تھیں میں بھی ان کے ایک غرہ کا ذکر آتا ہے۔ انھی نے مشہور سپہ سالار عقبہ بن نافع کو افریقہ بھیجا تھا ۲۷۶ میں انھی نے سلسی کی طرف پہلا سمندری پیڑا روانہ کیا تھا آپ کی وفات ۲۷۷ میں ہوتی۔

اس کے بعد عقبہ بن نافع الفہری القرشی کی عظیم مہم شروع ہوتی ہے جنکے نے فتح افریقہ کی تکمیل مقرر تھی وہ بحیرت سے ایک سال پہلے پیدا ہوتے وہ ۲۷۸ میں فتح مصر میں عمر بن العاص کے ساتھ تھے اور ۲۷۹ سال کی عمر میں رسل اللہ میں زولیم فتح کیا تھا، آپ نے روئیوں سے کتنی بڑی و بحری جنگیں کی تھیں۔ امیر معاویہ کے بعد میں حضرت عمر بن العاص نے عقبہ کو افریقہ کی طرف بھیجا چنانچہ آپ شہرہ شرق فتح کرتے جاتے اور پوچھتے جاتے کہ ہل من و رائکم احد (کیا تمہارے بعد کوئی اور ہے) اگر ہواب اثبات میں ملتا تو آپ اس شہر کی طرف پڑھ جاتے، ان کا رادہ پورے صحرائے افریقہ کی قلع کا تھا چنانچہ ایک مقام مسافر فرم پر عقبہ اور آپ کے ساتھی پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے، عقبہ نے دور کعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی اس اثناء میں ان کے گھوڑوں کے کھروں سے کریدنے سے پانی کا چشمہ نکل آیا اور عقبہ اور ان کی فوج سیراب ہو گئی۔

اس طرح عقبہ بر قرقے سے چل کر قیر و ان پیغام بیہاں ان کی فوجوں کی تعداد دس ہزار تھی، انھوں نے قیروان کو شمالی افریقہ کی فتوحات کے مرزاں کے لئے پسند کیا اس

پروفوج نے کہا کہ اس خوفناک جنگل میں ہمیں درندوں اور زہریلے جانوروں سے خطرہ ہے، آپ کے شکر میں پندرہ صحابی بھی تھے چنانچہ آپ نے سنجھ کی وادی میں جبکر یہ آواز دی جس پر شکر آئیں کہتا رہا۔

”ایتہَا الْحَیَّاتِ وَالسَّبَاعِ عَنْهُ
لَيْ سَأْبُو ادْرَنْدَوْ اہْرَسُولُ اللَّهِ
اَحَّـابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
كَسَّا تَحْتِی بِیْنَ تَمَہَّـا سَـچِلَ جَـاؤ
عَلَيْـوَ وَسَلَّمَ فَلَـا حَلَوْ اعْنَـا نَـا
کَـوْنَکَہْ بِـہْرَـا رَهْنَـا چَـا تَـہْـیَـا بِـہْـا
نَـا زَـلَوْنَ وَمَـنْ وَجَـبَ لَـا بُـعْـدَ اـسَـکَ بَـعْـدَہْ جَـبَ پَـا يَـیَـنَ گَـے
ذَلِـکَ قَـتَـلَنَـا هُـ“ ختم کر دیں گے۔

مُورخین کا بیان ہے اس اعلان کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ درندے اور سانپ اپنے پھوٹ کر جانے لگے آپ نے لوگوں سے کہا کہ ان کے چیلے جانے تک ٹھہرے رہو چنانچہ اس کے بعد وہ لوگ وادی میں گئے اور جنگل کو کاٹ کر صاف کر دیا۔ لہ ۵۵ میں آپ نے قیران کو آباد کیا جب امام مسجد بنانی ۵۶ میں امیر معاویہ نے عقبہ کو معزول کر کے مسلم بن خلدا نصاری کو مصر و افریقہ کا والی بنا یا ہر سلسلہ نے افریقہ میں اپنے غلام ابوالہبیس اجر دینا کو مقرر کیا جس نے عقبہ کو پیڑیاں ڈال کر قید کر دیا لیکن بعد میں امیر معاویہ کے لکھنپر ان کے پاس بھیجا گیا آپ نے امیر معاویہ سے شکایت کی تو آپ نے معذرت کی اور دوبارہ بحال کرنے کا وعدہ کیا، یہ زید نے انھیں ۶۲ میں افریقہ کا والی بنا یا چنانچہ انھوں نے قیران اگر ابوالہبیس اجر کو قید کر دیا تو قیران کو ازسرنو بسایا۔

عقبہ نے زہر بن قیس البلوی کو جانشین بن اکرم مغرب قصیٰ کا ارادہ کیا چلتے وقت اپنی اولاد سے کہا: "میں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دی ہے اس لئے کافروں سے برابر ہے اور کتاب ہوں گا اُن" اس کے بعد انہوں نے یہ بھی کہا کہ "شاید آج کے بعد تم مجھے نہ دیکھ سکو گے" پھر وحی کہ اے اللہ امیری جان اپنے راستے میں قبول کر اور جہاد کو میرے لئے عزت بننا۔"

اس کے بعد آپ علاقے فتح کرتے ہوئے تلسان پہنچنے، تاہریت میں رویوں اور ببروں سے سخت مقابلہ ہوا جہاں عقبہ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں رضاۓ الہی کی طلب اور اس کے دین کی سر بلندی کے لئے آئے ہو تو مبارک ہاد قبول کرو، وہ سن جتنا زیادہ ہو گا اتنی ہی ذلت اٹھائے گا۔ تم حارب تمھیں بے یاد مدد کا نہیں چھوڑے گا، شمسن سے تم اعتماد کے ساتھ ملو، اللہ نے تھیں اپنا وہ خطہ بنایا ہے جسے جرم قوموں سے پھیتا نہیں" اس معکرہ میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور عقبہ کے طغی پہنچنے والے سے انہوں نے فتح اندر س کا ارادہ کیا لیکن طغی کے پادری جولیان نے انھیں مشورہ دیا کہ پہلے برابر کو فتح کیجئے چنانچہ عقبہ دیلی یہ پہنچ جو جبل زربون کے مقابلہ ہے اور جسے اب قصر فرعون کہا جاتا ہے پھر بالبان پہنچ کر زخم اٹلانٹک کو دیکھ کر کہا۔

یارب لالهذ الح ولضیت فی الْبَلَادِ یارب اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں تیرے راستے جاہد افی سبیل لک (ابن الاشیر ۳۲۷) میں جہاد کرتا ہو اور دس کے علاقوں میں نکل جانا۔

عقبہ نے مزید کہا:

اللّٰهُمَّ اشهدُ انِّي قدْ باغَتَ الْجَهُودَ وَلَوْلَا هذَا الْحِلْضَتِ فِي الْمَلَادِ اقْتَلْتَ مِنْ كَفْرِ
بِكَ لَا يَعْلَمُ الْحَدَّ مَنْ دُونَكَ لَهُ اَئِ اللّٰهُوَاهُ رَهُ کہ میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی اگر یہ سمندر
نہ ہوتا تو میں کافروں سے برابر ہے اور کتاب ہتا یہاں تک کہ تیرے سو اکرسی کی عبادت نہ ہوتی۔

لہ عقبہ کا یہ جملہ نویری نے بھی نہایتی الارب میں نقل کیا ہے۔

فَيَرِدُ وَجْدَهُ كَمْتَهُ بِهِنَّ كَمْ فَيْهُ نُخْبَرُهُ عَقْبَهُ نَّكَلَهُ لَهُ كُوْثَرٌ كَعَوْنَى كُوْسَنَدَهُ بِهِنَّ دَالَ كَرَ
يَتَارِخَى جَلَلَ كَبَهُ.

اے اللہ بن فخر و عنود سے نہیں نکلا اور توجاتنا
بہم دی سبب ڈھونڈ رہے ہیں جسے آپ کے
بندے ذوالقرینہ نے تلاش کیا تھا وہ کرتی ی عباد
اواد تیرے ساتھ کسی کوشش کرنے کیا جائے اے اللہ
بہم دین اسلام کا دفاع کرنے والے ہیں تو ہمارا ہوا
ہمارے خلاف نہ ہو۔ اے عزت درحمت کے

اللَّهُ أَنِّي لَمْ أَخْرُجْ بِطَرَاوِلَا إِشْرَا
وَلَنَّكَ تَعْلَمُ أَنْ مَا نَطَلَبُ لِلْسَّبِيلِ لِذِي
طَلَبِهِ عَبْدَكَ ذِرَالْقَرْنَيْنِ رَهْوَانِ
تَعْبُدُ لِلْإِشْرَاكِ بِكَ شَعْرُ اللَّهِ أَنَا
مَلَأْعُونُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ فَكَنْ
لَنَا لَا تَكُنْ عَلَيْنَا يَا ذَا الْجَلَلِ وَ

الاسْرَامُ ۳۷

عقیبہ نے قیوان لوٹتے ہوئے فوج کو پہنچ لے روانہ کر دیا اور خود تین سو ادمیوں کے
ساتھ رہ گئے کیلہ نام کا ایک عیسائی سردار ہو مسلمان ہو کر عقبہ کا معمتمد بن گیا تھا اس نے
اس موقع کو غنیمت بھاوا دیتے ہوئے ایک اور بروں کو ملا کر بغاوت کر دی۔ اس موقع پر ابوالحنیف
کو عقبہ نے قید سے رہا کر کے کہا۔ "الْحَقُّ بِالْمُسْلِمِينَ وَقَمْ بِأَمْرِهِمْ وَإِنَّا أَغْتَنْمُ الشَّهَادَةَ"
(مسلمانوں کو سنبھالا ہیں تو شہادت کی سعادت چاہتا ہوں) لیکن ابوالحنیف راں کے ساتھ ہی رہے
ان بے جگر انسانوں نے اپنی نیسیاں میں توڑ دیں اور بے جگری سے لڑکر حبام شہادت
نوش کیا، ان میں متعدد صحابہ اور تابعین بھی تھے یہ واقعہ بالله صوبہ زاب کے ہزوڑہ نامی
مقام پر پیش آیا (۶۴۲ھ) اب اس مقام پر سجد عقبہ ان مجاهدین کی شہادت و بسالت کی
داستان سناری ہے ابوالحنیف دینار کی ستائیں انہی صد ایکتوں اور وسط افریقیہ میں پیش
کیے گئے تو نظر انہیں کیا جا سکتا، ان کے جوں جہاد کا یہ عالم سکھالہ قیوان میں کوئی

بوان آدمی نہیں رہ گیا جسے فوج میں انھوں نے بھیجا ہو۔ ان کے بعد زہیر بن قیس البلوی کا نام آتا ہے جنہیں بعض اتوال کے مطابق شرف صحابیت بھی حاصل تھا عبد الملک بن مروان نے مسلمانوں سے مشورہ لیا کہ عقبہ کی جگہ کون لے سکتا ہے؟ تو سب کا اتفاق ان پر ہوا چنانچہ انھوں نے کیلئے اور اس کے ساتھ کے رو بیوں اور بربوں کو شکست فاش دی اور مسلمان افریقہ میں ہاری ہوتی بازی پھر سے جیت گئے، تو نس کی فتح کے بعد وہ جب قیروان آتے تو پھر انھوں نے قیام کے بجائے داکی جو سادگا ارادہ کر لیا اور کہا "میں صرف جہا کیلئے نکلا ہوں اور مجھے دنیا کی طرف میلان سے ہلاکت کا خطہ ہے"۔

اس کے بعد رومیوں اور اہل سُلَّمٍ سے بر قہ میں سمندری معرکہ پیش یا مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن زہیر اور ان کے ساتھی مسلمان قیدیوں کے چیان کے لئے سندھ میں کو د گئے اور اس لڑائی میں سب شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ فاجحہ ۷۰ میں پیش آیا۔ ان کے بعد حسان بن نعیان الازوی الغساني آتے ہیں جن کو عبد الملک بن مروان افریقہ کے لئے سب سے مناسب آدمی سمجھتا تھا (ما العلام احد الکفاب افریقیہ من حسان) اس نے حسان کو ۳۰ میں افریقہ کا والی بننا کر بھیجا۔ انھوں نے کاریخ میں رومیوں کو شکست دی کیلئے کے بعد ایک کاہنہ نے بربوں پر اقتدار حاصل کر لیا تھا اس سے ایک نہر کے کنارے سخت مقابلہ ہوا اور اس میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی، تا انھوں میں اسے یوم البلاء اور اس نہر کو نہر البلاء کہتے ہیں، لیکن ۵ سال بعد حسان نے کاہنہ کو شکست دی (۸۲ھ) اسی سال انھوں یوحنا Patriitus Jeam کے بھری بڑے کو بھی شکست دی اور قدیم یونانی بذرگاہ پر تیش کو اپنے بڑے کے لئے تعمیر کیا انھوں نے عربی حروف کے دینار ڈھالے، عربی کورائی کیا اور بربوں کو عربی تہذیب میں رکھ لیا۔

www.abulhasanaliningadwi.org

اس کے بعد عظیم فاتح موسی بن نصیر اللہؑ کا نام آتا ہے ان کی پیدائش ۷۹ھ میں ہوتی انھیں حضرت خالدؓ نے ایک معرکہ میں گرفتار کیا تھا پھر وہ امیر معاویہؓ کے حفاظتی

دستے میں آگئے انہوں نے قبرص پر بھی فوج کشی کی تھی ۶۴۵ھ میں مروان بن الحکم نے موسیٰ کو اپنے
بیٹے عبد العزیز کا ذبیر بنیا پہر ۶۴۷ھ میں بشر بن سرداران دالی کو فرد بصرہ کا ذبیر رہا ۶۴۸ھ میں
عبدالملک بن مروان نے جماجم کو عراق کا والی بنایا تو موسیٰ پر جرمانہ کیا گیا جو صحیح نہ تھا۔

۶۴۹ھ میں عبد العزیز بن مروان نے حسان بن نہمان کو معزول کر کے موسیٰ کو
افریقہ اور مغرب کا والی مقرر کر دیا، موسیٰ نے وسط امیر بک کے ساتھ طنجہ تک کا علاقہ فتح کیا لیکن
سبتہ کو قابو میں نہ لاسکا اس نے طارق بن زیاد کو طنجہ کا حاکم مقرر کر کے خود ۶۵۰ھ میں سسلی پر بحری
حملہ کر کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور بعض سمندری جزیرے بھی قتح کئے۔

مراکش کی فتح کے بعد موسیٰ اور طارق دونوں کی نظریں اندلس کی طرف تھیں
چنانچہ جو لیان حاکم سبط کے اشارے سے اور موسیٰ کے حکم سے طارق کی فوجیں رب جب ۶۵۱ھ
اپریل ۱۱۸ء میں جبل الطارق پر اتر گئیں اور فتح اندلس کا آغاز ہو گیا۔^۱

لہ تادہ فتح الغرب ۱/۲۲۱-۲۳۵ (لطف)

بہم غیر مغلق ہونے کی وجہ سے اندرس کا تذکرہ چھوڑتے ہوتے موسیٰ بن نصیر حکی
شخیضت پر کچھ روشی ڈالتے ہیں موسیٰ ایک مقی شخص تھا ایک بار افریقہ کی خشک سالی دیکھ کر وہ
استسقا کے لئے میدان میں نکلا اور بڑے الحاح دیا گی، کسی نے پوچھا کہ آپ نے خلیفہ ولید بن
عبدالملک کے لئے دعائیں کی؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ ”یہاں اس کا موقع نہیں پناہ پیش
ہوئی اور تمیتیں گر گئیں۔“

ایک بار اس نے سلیمان بن عبد الملک کے سامنے بیان کیا کہ ”پا یس کی عمر
سے اسی سال کی عمر تک مجھے کبھی شکست نہیں ہوئی۔“

ایک بار سلیمان نے پوچھا کہ ”جنگ میں کہاں پناہ لیتے تھے؟“ موسیٰ نے کہا
اے امیر المؤمنین! دعا اور توکل میں۔ سلیمان نے پھر پوچھا کہ ”قلعہ کی پناہ لیتے یا خندق کھو دتے
تھے؟“ موسیٰ نے کہا یہ سب کچھ نہیں کرتا تھا بلکہ میدان میں اتر کر صبر سے کام لیتا اور تلوار اور
مغفرے سے لیں اوتا اور اندر سے مدد پاہتا اور کامیابی کی دعائیں تھیں۔

ایک موقع پر موسیٰ نے یہ دلوہ انگریزیات کی اماماً و ائمۃ الوفاق و ائمۃ
القدر کی درومیہ۔ (خدا کی قسم اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو میں ان کے ساتھ رہوں پر بھی حملہ کر دوں)
موسیٰ اندرس میں فتح پر فتح کرتا چلا جا رہا تھا کہ ولید بن عبد الملک نے اس کی
پیش قدمیوں کو روک کر دمشق واپس بلا لیا۔ حج کے سفر میں وادی القری میں اسی سال موسیٰ نے
۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت عرب بن عبد العزیز نے تھا میں عبد اللہ بن ابی المهاجر کو والی مغرب
بنی ایمان کے ہاتھ سے برباد کی اسلام کی تکمیل ہوئی، لیکن کبھی کبھی بر برا پیغامبر کے مفہوم

ہو کر بغاوت بھی کر پڑھتے تھے چنانچہ نے عربوں کو شکست دی
۱۵۵۴ء میں خلیفہ منصور کے بھتیجے زید بن حاتم نے ایک برابری بغاوت فروگر کے جامعہ قیردا
کی تجدید اور شہزادی تغیریز کی لئے

بنی ادریس

۱۴۹ھ میں موسیٰ بادی کی خلافت میں اہل بیت نے خروج کیا جس میں محمد
نفس ذکریہ کے بھائی ادُرمیس ابْن عَبْدِ اللَّهِ الْمَحْضُ ابْن حَسَنٍ مُثْنی ابْن اَمَّامٍ
بن سیدنا علی المرضی رضی اللہ عنہم وہاں سے چل کر مصر پر ولی (مغرب) پہنچے وہاں کے
بربی امیر اسحاق بن محمد نے ان کا بلا کرام کیا اور بربول کوان کی اطاعت پر آمادہ کر
اور ان کی امارت کا اعلان کر دیا انھوں نے بہت سے معمر کے سر کر کے تلمذان سے لے کر
سلطان کا علاقہ فتح کر لیا۔ ادُرمیس کی کامیابیوں سے باروں رشید تک کوخطہ محسوس ہوئے
لگانہاں اس کا انتقال ۱۶۷ھ میں ہوا۔

پھر ادریس بن ادریس نے ۱۹۲ھ میں فاس کی بُنیاد رکھی، اس خاندان میں ترقیٰ
یہ اسال حکومت ہی سین خانہ جنگیوں کی وجہ سے کوئی مضمون حکماں سامنے نہیں آسکا ۲۳۹ھ
یہی فاطمی خلیفہ کے گورنر زخمی کر کے ادریسی حکماں بھی ثالث کو ملک بدر کر دیا، اس طرح
ادریسی حکومت کا خاتمه ہو گیا اسکے بعد ۳۰۵ھ سے ۳۰۷ھ تک عبیدیہ کا اقتدار ہا۔ سین
ان میں بھی کوئی قابل ذکر حکماں نہیں گزرا۔

مصر کی حکومت نے فاطمیوں کو اپنی طرف اتنا مصروف رکھا کہ رفتہ رفتہ مغرب
سے ان کی توجہ ہتھی چل گئی چنانچہ ۳۰۸ھ میں ایوب بن حمادہ نے عسکریہ کے بھی

مغرب میں فقہ مالکی کو رواج دیا) خلیفہ مصر مُسْتَنْصُر بِاللّٰهِ، کاظم ختم کر کے خلیفہ بنداد قائم پامُر ادھ کاظم باری کر دیا، اس کے بعد سے فاطمیوں کا اقتدار مغربِ قسطنطینی سے جانا برآقی و ان میں اس کی وفات ۳۵۴ھ میں ہوئی۔ ۱۷

مر اطبین

ان کا تعلق بربری قبیلہ ضمہباجہ سے تھا یحییٰ بن ابراہیم نامی ایک ضمہباجی کی جس سے داہی پرقیر و ان میں ایک عالم (ابوعران) سے ملاقات ہوئی جنہوں نے اس کے ول میں اصلاح کا جوش پیدا کر دیا اور وہ ایک عالم عبداللہ کو لے کر اپنے قبیلے میں واپس آیا اور مذاقاہ و درسگاہ کی بنیاد رکھی جہاں ایک ہزار ضمہباجی تعلیم و عبادت میں مشغول رہنے لگے اور فتح رفتہ سوڈان و مرکش کے بڑے علاقوں پر قابض ہو گئے رہا طوں کے قائم کرنے کے سبب ان کا نام مر اطبین پڑ گیا، یہ صحرائی لوگ سواری کے وقت پھر وہ پر نقلاب ڈال لیتے تھے جس کی وجہ سے انھیں ملثین (نقاب پوش) بھی کہا جاتا ہے انھیں متونہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ان ڈھالیں متایعنی بھینسے کے کھال کی ہوتی تھیں ۱۷ میں عکد اللہ ایکٹ رائی میں مارے گئے تو ابو بکر بن عمر متونی باوشاہ ہوا جس نے تلسان سے لیکر ہجر حیوطاتک اقتدار قائم کر لیا، اس نے ایک بڑھیا کی فریاد و شکایت پر سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور سلطنت یوسف بن تاشفین کے سپر و کر دی جس کے کارنا موں سے مرکش کی تاریخ روشن ہے۔ تاریخ ابن خلدون اور وض القرطاس میں اس کے بارے میں ہے کہ وہ میانہ قدر، دبلائپلا، قوی، جفاکش، کار و بار سلطنت اور عایا کی فلاج میں ہر وقت منہک رہنے والا، اپنی ذات پر ۱۷ سخت کرنے والا گرد و گول کر کے لئے نہایت رحم دل تھا

اس کی معاشرت نہیں تھی جیسا اون کے کپڑے پہنتا، مدت المروج، گوشت اور اونٹ کے دودھ پر گزارا کرتا رہا ۱۴۵ سال کی عمر میں بادشاہ ہوا اور تقریباً ۱۴۶ سال حکومت کر کے سو سال کی عمر میں انتقال کیا۔ لہ

اس نے ۱۰۷۳ھ/۱۶۵۵ء میں شہر مرکش کی بنیاد کی تعمیر سے فارغ ہو کر اس کے قریب ایک مسجد بنائی جس کی تعمیر میں وہ خود بھی عام مزدوروں کی طرح حصہ لیتا رہا۔

اس نے مرکش پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد البرائز تک کے علاقوں فتح کر لئے ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۰ء میں خستہ حال مسلمانان اندرس کی طلب پر یوسف نے اندرس پر حملہ کیا اور والی یون الفانسو ششم سے نبرد اور محاوہ مورخین کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے ۸۰ هزار سوار اور دولاکہ پیدل فوج کے آدمی مارے گئے۔ اسلامی لشکر کے تین ہزار آدمی شہید ہوئے۔ اس نے ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۱ء میں اپنی پر ایک اور حملہ کیا ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۲ء میں اس نے تیسرا حملہ کیا اور اپنے آدمی مقرر کر کے مرکش والپس ہوا۔

له سیّاح اندرس قاضی ولی محمد یوسف بن تاشقین کے مزار پر ہونچ پر لکھتے ہیں: "اسی ڈھیر میں وہ امیر المؤمنین سورا ہے جسکے اونٹوں نے سوس و سودان کی دھول اڑادی اور جسکے گھڑوں کے ٹاپوں سے سر انیدا کی پھٹیاں کاتنے اٹھیں جسے بھی جوار اور توکے دلیہ کے کبھی گھوون کا دانہ مٹنے میں نہ کھدا اور نہ کبھی پنگک پر آرام کیا" تھہر کا مہم مغرب اقتداء ۶۹ (جنور ۱۹۳۷ء) ایک مورخ نے لکھا ہے کہ یوسف سو سال کی عمر میں کبھی بیمار بھی نہیں ٹرا۔

مُوْحَدِين

اس کے بعد اس کا لڑکا علیؑ سال حکمران رہا لیکن وہ سلطنت سے زیاد عبادت کی طرف مائل تھا اس نے بھی اپسین پر اپنی حکومت برقرار کئی لیکن ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تومرت ایک دینی و دنیاوی طاقت بن کر اس کے سامنے آگئیا، تیرہ سال کے مقابلے کے بعد ۵۳۸ھ/۱۱۴۷ء میں علی بن یوسف کی وفات ہو گئی۔ محمد بن تومرت علم و تقویٰ کے ساتھ انداز جہاں بانی بھی رکھتا تھا وہ ایک غریب گھرانے کا فرزند تھا اس کا باپ ایک مسجد میں چراغ جلانے پر مأمور تھا اس نے پہلے اپسین میں پڑھا پھر مزید تعلیم کے شوق میں امام غزالی کی خدمت میں تین سال رہا امام صاحبؒ کی صحبت میں اس نے علم و حکمت کے ساتھ اسلامی طرز حکومت و سیاست کی بھی تعلیم میں بولانا شبلی لکھتے ہیں۔

آمام صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر اس نے تمام علوم میں
نہایت کمال پیدا کیا اور اپنے ذاتی وحدت میں امام صاحبؒ^ر
کے فیضِ صحبت سے یہ ارادہ کیا کہ اپسین میں علی بن یوسف
کی سلطنت کو مٹا کر ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی یہ
خیال اس نے امام صاحبؒ کے سامنے پیش کیا۔ امام
صاحبؒ چونکہ خود ایک عادل اور سلطنت کے خواہش
مند تھے اس رائے کو پسند کیا لیکن پہلی پوری دریافت کیا کہ اس
مہم کے انجام دینے کے اسباب بھی مہیا ہیں یا انہیں محمد بن
عبد اللہ نے اطیبان دلیل تو احمد بن حنبل اور ابی حیان www.abihayan.com سے ابشار دیتے ہیں

ابن تومرت نے سوس کے قریب تینیل پہاڑ کو اپنا فوجی مرکز بنایا اسکے وعظا و خطابات اور دعویٰ مہد و بیت کے تجویزیں تقاضاً بیس ہزار کی فوج اسکے ساتھ رہنے لگی۔ مراطین کی فوجوں سے اس کے کئی معمر کے ہوتے جن میں اس کے خلیفہ عبدالتومن اور آبو شعر دیسی اسکے بازو تے مشیر زن تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں: "ابن تومرت میں جو قابل تعریف و صفت تھا وہ ذہلی فی الدین اتحاد جنگ کے ساتھ طالب علمی میں گردنے کرتا تھا وہی چال آخر تک چلی کہتے ہیں کہ بہن سوت کات لیتی تھی اس پر دوں گزارہ کرتے تھے روٹی کے ساتھ کبھی سر کہ ہوتا کبھی زیتون کارو غش۔ ایک دفعہ مال غنیمت بہت آیا لوگوں نے تقسیم کے لئے ابن تومرت کو تنگ کرنا شروع کیا انسن سب کو اگ لگادی اور بلند آواز سے کہدیا کہ جو شخص محض دنیا کیانے کی غرض سے میرے ساتھ ہوا ہے اسے ہمیشہ کے لئے یا اس ہو جانا چاہیے۔"

مرتبہ وقت ابن تومرت عبد اللہ المؤمن کو اپنے پاس بلایا اور اسے امام غرائی کی ایک کتاب دیتے ہوتے اس پر کاربندر ہٹنے کی ہدایت کی اور جان جہان افریں کے سپر و کی ۷ (۵۳۲ھ) اس کی ولادت ۴۸۵ھ میں ہوئی تھی۔ ۵۳۲ھ میں عبد المؤمن نے شہر مدراکش فتح کر کے مراطین کی حکومت ختم کر دی اور اپنی پرچی قبضہ برقرار رکھتا ۵۵۶ھ میں ایک لاکھ سواروں اور تین لاکھ پریک دل فوج کے ساتھ انسن اپنی کارادگ کیا ایکن ۵۵۶ھ میں اس کی دفاتر ہو گئی۔ تھے فرید و جدی لکھتے ہیں "وہ ایک عالم و محب اہد شخص تھا اس کے کبھی شکست نہیں ہوئی ۵۵۶ھ میں اس نے جبل الطارق کو آباد کیا تھا اسکے بعد اس کا بیٹا یوسف ابو یعقوب جا شیخ ہوا۔ اس نے بھی اندلس کے

پچھے علاقے فتح کئے، وہ بھی عالم تھا اور ابن طفیل اور ابن رُشد اس کے مصاحب تھے اس نے کیمیل کے بادشاہ کو شکست دی اور ڈریڈ پر قبضہ کر لیا لیکن حد سے زیادہ رحم دل تھا اس لئے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا ۱۹۵ھ میں انتقال کیا یا ۱۹۶ھ میں

اس کے لڑکے محمد ناصر لدین اللہ کے پاس تقریباً دس لاکھ فوج تھی اس کی طاقت سے اس وقت کے تمام عیسائی حکمران تشویش میں تھے اسے جب ۱۹۷ھ میں آپسین پر حملہ کیا تو تمام عیسائی طاقتوں اسکے مقابل تھیں اس کی کامیابی یقینی تھی لیکن اس کے منافق وزیر ابن جعافر کے سبب اسے ۱۹۰۹ھ میں شکست ہو گئی اور ۱۹۴۴ھ میں اس کا انتقال بھی ہو گیا اسکے لڑکے یوسف ثانی کو بھی ۱۹۳۲ھ میں اپسین میں شکست ہوئی پھر چھوٹے چھوٹے حکمران ہوتے رہے جو بنی مرین سے شکست کھاتے رہے آخری حکمران اسحاق بن ابراہیم جمال بنیل میں پناہ گزیں تھے اس سے مرنی سلطان یعقوب نے ۱۹۴۶ھ میں قتل کر دیا اور موحدین کی ۱۲۴۱ھ میں حکومت ختم ہو گئی۔

مُوَحَّدِین نے بڑی شان اور شوکت کے ساتھ حکومت کی وہ بھری پیڑی کے بھی مالک تھے، ان کی حکومت مغرب میں بخوبی مسلمان، مشرق میں مصر، جنوب میں صحراء شمال میں جبل الطارق تک تھی اور وہ آپسین کے بہت سے علاقوں اور جنوبی پرتگال پر بھی قابض تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لهم كتبتي هـ کے اسے قرآن شریف اور صحیح بخاری حفظ تھی تاریخ مراکش ۱۸۵/۱۸۸ میں اسی بادشاہ نے انہیں کالاڑاؤا (قلعات الرباط) مقام اور منصب بیدمیدان میں عیسائیوں کو فیصلہ کن شکست دی (۱۹۵/۱۹۶) یہ معرکہ علاقے کے بعد دوسری بڑی فتح تھی جواندیسی مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ *دَائِرَةُ الْمَعَادِفَ* جلد ہشتم۔

بُنی مَرِین ۶۱۲ - ۸۹۵ھ

یہ قبیلہ لوتونہ کے حریف زناتہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان لوگوں نے تو نس اور مرکش پر بزرگی اپنا اقتدار بڑھایا، ان کا پہلا حکمران عبدُ الحق تھا اس کے بعد اس کا لڑکا عثمان اول جائزین ہوا جو ۲۳ برس تک موحدین سے لڑتا رہا اسے ۱۴۲۰ھ/۱۲۴۰ء میں وفات ہوئی اسکے بعد اس کا بھائی محمد چہارم نے ۱۴۲۷ھ/۱۲۴۷ء میں وفات پائی ان دونوں کے عہد میں مشرقی مراکش پر بنی میرین قابض ہو چکے تھے۔ عبدُ الحق کے دور سے لڑکے ابو بکر نے ۱۴۲۵ھ/۱۲۴۵ء میں مکناس اور فاس فتح کر لئے۔ ۱۴۲۷ھ میں حکومت کے بعد اس نے ۱۴۲۵ھ/۱۲۴۵ء میں انتقال کیا ۱۴۲۵ء میں یعقوب بن عبدُ الحق حکمران ہوا اس نے بہت سے یادگار فناہی کام کئے وہ رات کا یتیسا راحصہ تلاوت قرآن اور نماز میں بس کرتا نماز صبح سے فارغ ہو کر وہ سب تک اخلاق و فلسفہ کا مظالمہ کرتا پھر نماز چاشت کے بعد سر کاری کام کرتا اس نے ۱۴۲۷ھ/۱۲۴۷ء میں اپنی پرائیٹ کیا۔ پھر دوبارہ ۱۴۲۷ء میں حملہ آور ہوا اور صاحب اندلس ابن الاحم بانی الحمرا کی مدد کی اور الفانیوں سے متعدد جنگوں کے بعد اندلس کو بنی الاحمر کے سپرد کر کے چلا آیا اور اسال کی حکومت کے بعد سر کاری کام کرتا اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا یوسف چہارم جائزین ہوا جو ۱۴۲۰ھ/۱۲۴۰ء میں سوتے ہیں ایک غلام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس دور میں مراکشی مسلمانوں نے تہذیبی طور پر بہت ترقی کی عربوں نے پارو دیجاد کی اور اسے استمال کی کیا۔ سُلْطَانُ النَّصْرِ يَا دِلْلَهُ بْنِ مَرِينَ کا ایک بڑا باشا ہوا لیکن اور دوسرے حکمرانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنے www.abulhasapalinadwi.org پر تکال مراکش پر تاخت کرنے لگے، ہنری سوم والی ہر سپانیہ متوکل کے عہد میں تقطیں پر ۱۴۰۰ھ/۱۲۰۰ء میں حملہ کر چکا تھا، آبُو سعید سوہم کے عہد میں پڑکالیوں نے

۱۵/۱۷۵۰ء میں سبسطہ پر حملہ کیا اور اسے اپنام کرنے والی عبد اللہ ثالث بنی من بن کا آخری حکمران تھا، اسکے عہد میں پرتگیزوں اور ہنپانیوں کو شکست ہوتی تھیں سلطنت زوال کا شکار ہو چکی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر نبی و طاس نے ۸۷۶ھ سے ۹۴۱ھ تک حکومت قائم رکھتی، محمد الوطائی ان کا پہلا حکمران تھا جسکے عہد میں مسلمانان اندر س کو دیس بکالا ملا اور انھیں اس نے مراش میں پناہ دی محمد و طائی ۱۰/۱۵۰۰ء میں فوت ہوا۔ اسکے بعد سلطان محمد ہشتم بر تقالی تحنت نہیں ہوا وہ سرحدی علاقوں میں عیسائیوں سے صوبہ جہاد ہا اور اندر وہ ملک بنی سعد نے قدم بڑھانے شروع کر دیتے۔

سَعْدُ الْمُبِينُ ۱۰۴۹-۹۱۵

سعد میں کا عہد زوال کی تصویر ہے پر تکالیوں نے مفاد و دروغان کے بعد ۱۵۰۴-۱۵۱۲ھ میں اسی، اگاہی اور آزادی مورپ بھی قبضہ کر لیا، خانہ جنگی کی کیفیت یہ تھی کہ جب مراشری پر تکالیوں کو صلح کے لئے کہتے تو وہ طنز اجواب دیتے کہ تمہارا سردار کون ہے جس سے ہم گفتگو کریں؟ ان حالات میں جنوبی مراش کے کچھ بیدار مفرماں اور علماء نے ضلع درعہ کے ایک سید الشریف محمد سے بیعت ہونے کا فیصلہ کیا جو اپنے زہد و تقویٰ کے لئے سارے علاقے میں معروف تھے وہ امام محمد نفس زکیہ کی اولاد میں تھے جن کے آباد اجداد کو اہل درعہ نہیں الخلق (ججاز) سے اس موقع پر برکت کے لئے بلا کر اپنے یہاں آباد کیا تھا۔ جب ان کے علاقے میں بھروسی کی فصل حسراج رہنے لگی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے افسوس کا تقدیر میں اس علاقے کو خوشحال کر دیا تھا۔

شیخ نے پر تکالیوں سے بعض کامیاب لڑائیاں لیں، ان کا انقلاب ۹۲۳ھ میں ہوا، ان کے بعد ان کے دونوں لڑکے حکمران ہوتے چھوٹے لڑکے میرنے

ابو عبد اللہ المہدی کا لقب اختیار کیا اس نے ۱۵۳۹ھ/۱۹۲۶ء میں اپنی سے پر تکالیف کو
نمکال باہر کیا، مکناس کے بعد ۱۹۵۶ھ/۱۹۵۰ء میں فاس بھی فتح کر لیا۔ المہدی نے
وطاری حکمران ابو الحسن کو (جو بہت بڑا عالم بھی تھا) بے دخل کر دیا جو اپنے ترکوں
کی پیناہ میں چلا گیا، صاحب پاشانے ابو الحسن کے ساتھ اس کا ملک واپس دلانے کے
لئے ۱۹۴۱ھ میں فاس کو فتح کر کے المہدی کو بے دخل کر دیا، لیکن اسی سال المہدی
نے ابو الحسن کو شکست دے کر اپنا قبضہ بحال کر لیا۔ ترکوں سے اختلافات کی بنا پر
سلطان سلیمان نے المہدی کو ۱۹۴۲ھ میں قتل کر دیا، المہدی کو قرآن کریم، صحیح بخاری اور
دیوانِ شنبی کے علاوہ کئی شعر اور کے دیوان از بر تھے، ان کے بعد ان کا لڑکا ابو محمد
عبداللہ حکمران ہوا اس نے پر تکیوں سے کتنی جنگیں لڑیں اور ۱۹۸۱ھ میں فوت ہوا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا اور متوکل علی اللہ حکمران ہوا اسے ابو سروان
عبداللکٹ نے شکست دی تو وہ سبستان شاہ پر تکال کو اپنی مدپر لے آیا وہ سلاک
راستہ القصر آیا اور ہاں ۱۵۷۸ھ/۱۹۸۶ء میں پر تکال کو ایسی فیصلہ کن شکست ہوئی جس
سے اس کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا، ابو سروان نے یہ لڑائی بستر مرگ سے لڑائی تھی
وہ لڑائی ختم ہونے سے پہلے ہی فوت ہوا اور متوکل دریا میں ڈوب کر مرا۔ ابو سروان کو
بعد احمد المنصور الدّبّی بادشاہ ہوا، اس نے ٹمپکٹو اور کانٹوک کے علاقے فتح کر لئے
پورپیں طاقتوں سے اسکے تعلقات دوستانہ تھے ملکہ النجۃ سے اس کی مراثی
تحیٰ منصور نے بہت سی عمارتیں بھی بنائیں جن میں مرکش کا قصوہ پیدا ہیم، اسال میں
بن کر تیکا ہوا لیکن مولای اسماعیل نے شعبہ میں اسے مسما کر دیا، اس کی وفات
۱۹۱۲ھ میں ہوئی منصور کے بعد ملک خانہ جنکی کاشکار رہا پھر اس کے بعد زیدان نے
اقدار حاصل کر لیا۔ اسی عہد میں اندر سی مسلمانوں پر ایک اور قیامت آئی، ۱۹۸۰ھ میں
غزناطان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور وہ ہاں کس پر سی کی زندگی گزار رہے تھے کہ

۱۰/۱۵/۲۰۱۶ء میں فلپٹ نانی شاہ پنچانی نے اندرس سے مسلمانوں کے نکل جانے کے لئے تین دن کی مہلت دی کہ اسکے بعد جو پایا جاتے گا موجب قتل ہو گا چنانچہ صرف صوبہ ارگان سے ۴۲ ہزار مسلمان جلاوطن کئے گئے بہت سے مسلمان نام، تلسان وہران کی طرف چلے گئے تو نس کے ترکی گورنر غوث انڈی نے ان کی بڑی دستیگیری کی کچھ لوگ الجہائی، سلا اور قبطان میں آباد ہوتے۔

زیدان ہی کے وقت میں العالیٰ پر اپین اور مہدی یہ پر نگال کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے ۱۳۰۷ء میں انتقال کیا اس کے بعد کوئی قابل ذکر حکمران نہیں گزرا۔

فلالی شرقاء

فلالی شرقاء بنو سعد ہی کے قرابت واریں، ان کے مورث اعلیٰ حسن بن قاسم بنی هاریم کے زمانہ میں جاز سے اگر سبھلما سے میں مقیم ہوتے انہی کی اولاد میں علی مشنی ہوتے جو موجودہ سلطان حسن نانی کے اجداد میں سے تھے۔ سبھلما سے پرانی کی حکومت ۱۴۳۲ء سے شروع ہوتی ہے الشریف بن علی پہلا حکمران تھا، اس نے ۰۵۔ ۱۰۵ء میں انتقال کیا اس کا بیٹا حمید بن الشریف ایک کم در حکمران تھا اسے تحکام نہیں حاصل ہو سکا ایک مقابلے میں شکست دینے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی مولائی دشیلد ۵۷۔ ۱۰۵ء میں حکمران ہوا اس نے اپنی ۸ سالہ حکومت میں مرکش کو بہت استحکام بخشا۔ انگریز اسے "تا فیلۃ الاعظم" کہتے تھے اس کی وفات ۱۰۸۲ء میں ہوتی۔

اس کے بعد اس کا بھائی مولائی اسماعیل ۲۶ سال کی عمر میں حکمران ہوا اس نے ۵ سال حکومت کی ۹۰۰ روپیہ خود دی یہ رخوام اسے لاقی سمجھنے لگے تھے www.abulhasakahmadwi.org

اس کے عہد میں مرکش کو بہت استحکام حاصل ہوا.....

کے نئے اسکا طبق تھا ہے ”اسماعیل“ مراکشی سلاطین کی نسبت نہایت روش خیال اور بیدار مغرب سلطان گزار ہے جس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ میں نے ملک میں جس قدر رفاه عام کی تعمیرات دیکھیں وہ سب کی سب اسی کے عہد کی بتائی گئیں۔

اس کے عہد میں بقول مؤلف نزہت الہادی رباط و مکناس مراکش و فاس کی سڑکیں دن رات مسافروں سے معمور تھیں اور اکیلی عورت سرحد مسلمان سے والدلوں تک سونا اچھاتی چلی جاتی تھی لیکن کسی کو معوض ہونے کا یارانہ تھا۔ وہ پنج قوتہ نماز باجماعت ادا کرتا پھر اپنے جہاں کہیں اس کا چند نوں گیلتے بھی قیام ہوتا ہاں ایک جامع مسجد تیلہ کر دیتا اور ہر نمازوں ہاں جا کر پڑھتا قرآن کریم کا ایک نسخہ ہر وقت سفر و حضرتیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

اسماعیل کثیر العیال بھی تھا۔ یورپی حکومتوں سے بھی اسماعیل کے تعلقات و ستانہ تھے بلکہ اس کا پلہ بھاری تھا فرانس کا مشہور ادیب والطیر اپنی تاریخ لوئی چہار دہم (مطبوعہ ۳۰۷ء) میں اسکے بارے میں لکھتا ہے۔

شاہ پر تکال، والی ڈار مٹاٹ، آرچ ڈیوک کا وزیر اور کریمل کا امیر الجمکن یہ سب یہاں تک اسکے سامنے ذلیل ہوئے کہ اس سے امداد کی التجاہ نے سے بھی درج نہیں کیا۔ لیکن مؤلا کی اسماعیل جو اس زمانے کی مسلمان اقوام میں نہایت ہی جنگ جو اور کمال مدد بر ظالم تھا، اس نے ایسی شرطوں پر مدد دیئے پر رضا مندی ظاہر کی جو سیاست کے لئے خط بکار اور ساہ پر تکال کے لئے www.abulhasanainadwi.org کی وجہ تھی اس کا بیٹا اور چند قلعے بطور کفالت مانگے بنابریں معافہ کی تکمیل نہ ہوئی اور عیسائی و خشیوں (مسلمانوں) کو دخل کرنے بغیر اپنے ہی ہاتھوں سے ایک

دوسرے کو قتل و بر باد کرتے رہے۔ اسٹا عیل نے سبط کے علاوہ تقریباً وہ تمام بندگاہیں غیر ملکیوں سے خالی کرایں جو عرصے سے ان کے قبضے میں چل گئی تھیں اسے عمارت کا بھی بہت شوق تھا اس نے کنی غظیم الشان عمارتیں بنوائیں اس نے اہ سال کی عمر میں ۱۸۴۷ء/۱۲۶۵ھ میں انتقال کیا۔^{۱۷}

جیسا کہ عام طور پر بتا ہے اسٹا عیل جیسے با جبروت بادشاہ کے لڑکے بھی سلطنت کاربیت برقرار رکھ کے۔ اسٹا عیل کی اولاد میں مولائی محمد نے محروم پر فاسد توجہ کی اور کنی جنگیں لڑیں ۱۸۴۹ء/۱۲۶۸ھ میں فرانس سے صلح ہوئی، اس نے ترکی سلطان مصطفیٰ سے بھی دستی رکھی اور دوسرے یورپی مالک سے بھی معافی ہوئے اس نے اپنی لڑکی شریفہ کے کی زوجیت میں دی اور عوامیتے ہر بین پر زر کشی خرچ کیا اس نے ۱۸۴۷ء/۱۲۶۴ھ میں پرتگالیوں کو ایک جنگ میں شکست دی۔ وہ اپنے ملک میں سلطان ترکی کا خطبہ بھی پڑھواتا تھا اس نے ۱۸۴۰ء/۱۲۶۳ھ میں وفات پائی۔ ہو لاہی سلیمان (۱۲۳۸ء/۱۸۲۰ء) کے نبیلین سے گھر سے تعلقات تھے اس کے عہد میں ۱۲۶۴ء/۱۸۴۰ء میں بڑی بربادی بعثادت سامنے آئی، اسکے بھتیجے عبد الرحمن نے ۱۲۶۴ء/۱۸۴۰ء میں جب فرانس نے الجماہر پر قبضہ کر لیا تو امیر عبد القادر کی مدد کی اور امیر کی نصیحت پر عمل نہ کرنے کے سبب مرکش کو ۱۸۴۳ء میں فرانس سے شکست ہوئی، اسکے لڑکے مولائی محمد کے عہد میں سبتوں میں تصرف کے متله پر اہل اپسین نے ۲۰ ہزار کی فوج کے ساتھ مرکش پر حملہ کر دیا اور اور طوanon تک پڑھ آئے (۱۲۶۵ء/۱۸۴۵ھ) اس بات پر صلح ہوئی کمرکش اپسین کو دس کروڑ فرانسیں ادا کرے جنوب سبتوں اور اٹلائیک کے ساحلی شہر سوس (سانتا کروز) میں جکہ ورنے سسری اکاؤنٹوں اور بربولی اجارت ہو۔
www.sabullahasanaqinadwi.org

اس کے بعد حسن سوم (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء-۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) حکمران ہوا، اسے داخلی بغاوتوں کو فروکرنے میں تقریباً پانچ سال لگے، یہ نہایت عالی ہمت اور درازاندیش سلطان تھا، سلطان نے ملک میں بہت سی اصلاحات کیں اپنی فوج کو انگریز اور فرانسیسی افسروں کے ذریعہ رینگ دی اور اس کو جدید ترین ہتھیاروں سے لیس کیا۔ ۱۲۹۰ھ/۱۸۸۳ء میں سلطان نے طنجہ میں پر لیس قائم کیا اور اسپنی زبان میں ایک اخبار "الغرب الارضی" جاری کیا، اسکے بعد ۱۲۹۱ھ/۱۸۸۴ء میں ڈومر کو چاری ہوا، پھر ۱۲۹۲ھ/۱۸۸۵ء میں ٹامر آفت مرکو نکلا وہ اپنی رعایا کی تنبیہ کے لئے فاس و رباط جارہا تھا کہ ۱۲۹۳ھ/۱۸۸۶ء تا دلہ میں اس کی وفات ہو گئی اور باط میں اس کا جنازہ لا گا۔

اس نے علماء سے فتویٰ لے کر مکش میں تباہ کو کی درآمد روکی تھی سلطان اپنے اسلاف ہی کی طرح عالی ہمت والق ہوا تھا ایک بار انگریزوں نے مراکش میں قدم جسانے کے لئے ایک ۱۴۰۰ نگاتی منصوبہ پیش کیا جسے اس نے ناقابل کر دیا۔

حسن کے بعد ان کا لڑکا ممکنہ عبید العزیز چہارم (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۶ء-۱۲۹۷ھ/۱۸۸۲ء) میں ۱۸۸۱ء کی عمر میں تخت نشین ہوا جیسا کہ سلاطین مراکش کی تاریخ میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے عبید العزیز کی تخت نشینی کے موقع پر بھی قبلی بغاوتوں ہوئیں جنکو دیکھتے ہوئے یورپی ممالک نے بھی طنجہ میں اپنی فوجیں اتاردیں جب سلطان نے باغیوں کو زیر کر دیا تو یورپی فوجیں بھی واپس ہو گئیں، سلطان کے عہد میں فوج میں بہت سی اصلاحات ہوئیں ان کے بھائی مولائی عبید الحفظ نے ان کی اصلاحات کی وجہ سے ان پر مغرب زدگی کا الزام لگایا اور بغاوت کردی چنانچہ اکھوں نے فرانس کے مشورے پر استغفار دیدیا چھ مولائی عبید الحفظ ۱۲۹۶ھ/۱۸۸۰ء میں تخت نشین ہوئے لیکن جلد ہی ان کو بھی مستعفی ہونا پڑا۔ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۰ء سے دارالبيضا رادر کتی

صوبوں پر فرانسیسیوں نے اقتدار قائم کر لیا تھا اور اسی سال رباط کو تباہ کر دیا تھا، اب حکومت ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن چکی تھی، فرانس نے مولائی یوسف کو تخت پر بٹھایا جنہوں نے حالات کو دیکھتے ہوئے فرانسیسیوں سے مصالحت کا رویہ اپنا تے رکھا۔

روم لانڈ (لینیورسٹی آف پیسیک) میں اسلامی اور شمالی افریقی علوم کا پروفیسر، لکھتا ہے کہ ۱۹۲۶ء/۱۳۴۶ء میں مولائی یوسف کے اسلامی صاحبزادے گھمَدُ الخَامِس سلطان ہوتے انہوں نے اپنی طبقہ کی تقریر میں مرکش کے عوام کے قانونی حق کی صراحت کی اور عرب دنیا سے تعلقات پر زور دیا۔ مرکش کی جنگ آزادی (اگر گھمَدُ الخَامِس کو دینی و دینوی حکمران نہ سمجھا جاتا تو جیتنی نہیں جا سکتی تھی یہ) سلطان محمد الخامس موجودہ حکمران مولائی حسن ثانی کے والد تھے وہ نہایت دور اندیش، بیدار مفرز اور مقنی سلطان تھے۔ ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک بار مرکش کے کسی ساحلی شہر کے درپے پر گئے تو جب تک انکا دہان قیام رہا کسی نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا وہ اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے عوام میں غیر معمولی طور پر مقبول تھے۔

روم لانڈ لکھتا ہے کہ گھمَدُ الخَامِس کا احترام تمام گزشتہ سلاطین سے ٹھیکیا، تمام طبقات انھیں گویا پوچھتے تھے اور اخیر میں تو انھیں ایک مقدس بزرگ مانا جاتا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org
لہٰ تاریخ مرکش ۲۲/۲۳-۲۴ دانیعۃ العارف جلد ستم۔ تھے
Hassan II King of Morocco

by : Rom London P. 32 (London 1962)

تھے روایت شیخ رقی الدین البلاعی۔

• Hassan II P. 14 تھے

بوجودہ حکمران شاہ حسین ثانی اپنے والد کی زندگی میں ان کے دست راست اور مشیر خاص اور مرکش کی تحریک آزادی میں انکے شرپک کار تھے حکومت فرانس نے ان دونوں بانپ بیٹے کو ۲۰ اگست ۱۹۵۳ء / ۱۴۳۶ھ کو معنوی کپڑوں میں گرفتار کیا اور سر دوسسمیں ہوائی جہاز کے فرش پر ڈال دیا اور جہاز Concica کے پرواز کرنے لگا پھر وہاں سے ان قیدیوں کو مدد فاسکر لانا کرایک پرانے ہوٹل میں جس کی چھتیں طمکتی تھیں نظر بہنڈ کر دیا گیا جہاں انھیں نومبر ۱۹۵۵ء / ۱۴۳۷ھ میں مرکش واپس لایا گیا۔ اوزس، مارچ ۱۹۵۶ء / ۱۴۳۸ھ کو ملک آزاد ہوا۔ لے

جبلاء طنی سے واپسی کے بعد اپنے والد کی طرف سے اہم عہدوں پر مقرر کئے گئے۔ پھر ۱۹۴۱ء کو سلطان محمد بن الحامیس کی دفات کے بعد مرکش کے سلطان اور حکمران ہوتے۔

شاہ حسین ثانی نے ہمیشہ معتدل روئیم اپنایا وہ عرب اور اسلامی ممالک کے بھی دوست ہیں اور اپنے عمل و قوع کے لحاظ سے یورپ سے بھی اپنے تعلقات دوستانہ رکھتے ہیں گراس میں خودداری کا پہلو باتھ سے نہیں دیتے چنانچہ ہنوز نویں ۱۹۶۵ء کو اپسین نے صحرائی کرنا چاہا تو اس پر قبضہ کرنے کے لئے انھوں نے چار لاکھ مرکشیوں کے ساتھ ان مارچ (مسیرہ) کیا اور اپسین کے چھٹے کاظمہ مولیٰ لیتے ہوئے دو گانہ شکر ادا کیا۔ جن میں سانہر اور تین بھی شامل تھیں ان نہتے سیاہیوں کا نامہ تھا "www.abulhasanalinadwi.org" "الْعَفَافُ الْحُفَافُ القرآنُ هُوَ السَّلَامُ" یہ صحراء و سال سے اپسین کی قبضے

میں تھا جسے آزاد کرنے کے لئے ان مجاہدین نے اپنے دشمن سے صحراء کے مرکزی شہر
العیون تک ۷۰ میل کا پیدل سفر کیا اور راستے کی صوبتیں برداشت کیں۔ اس صحراء کی
بئر حدیں کئی طکوں سے ملتی ہیں یعنی ایک ہزار میل موریتانیا سے، تین سو میل مراکش سے
اور پچاس میل الجزایر سے اور اس کے باشندوں کی تعداد ۴۰ ہزار کے قریب ہے
یہ صحراء بھی دراصل افریقہ کے صحرائے عظیم کا ایک حصہ ہے جبکہ مسافت
۸۰ لاکھ کیلومیٹر مسٹر لیج ہے اور جو تیرہ افریقی حاکم کی ملکیت ہے۔ اس صحراء کو یہ تاریخی انتیا
حاصل ہے کہ اسکے شمالی حصے میں مجاہد اسلام حضرت عقبہ بن نافعؓ میں
یہاں پہنچے تھے۔

اس صحراء کی مادی اہمیت یہ ہے کہ فاسفیط (نیوکلیانی تووانائی کے
اہم حصے) کی پیداوار کے لحاظ سے یہ دنیا میں پوتھنہ بہرہ ہے تااغے میں اسکی پیداوار
ایک کروڑ ڈن ہو جائے گی اسی طرح اس کا سمندری ساحل دنیا کا ایک اہم معاہدی
گیری مرکز ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر مراکش، الجزاير، موریتانیا اور اپنی
میں وصے تک اس صحراء کے مستقبل کے بارے میں سیاری مذکورات ہوتے رہے
گرچہ کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا تو مراکش نے عہدیت سے کام لیتے کرپا من اقدام کا پیغام
پیصلہ کیا جو نتیجہ خیر ثابت ہوا۔

صُوفی سلسلے

مراکش کی کوئی تاریخ اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک کہ صوفی
سلسلوں کا تذکرہ نہ کیا جائے کیونکہ مراکش دراصل مجاہدین اور صوفیہ ہی کی کوششوں کے
نتیجے میں سلطنت خدادادی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔

مراکش کے بیشتر صوفیہ تسبیح و مناجات کے ساتھ وسعتِ افلاک میں تکمیل
مسلسل کے قائل اور اس پر عامل تھے اسلام ان کے لئے دین و حکومت دونوں کا سریعہ
تحفایعیاتیت کے زبردست اثر کو انہی صوفیینے ختم کیا اور عوام و خواص میں دینی
بیداری کی لہر دوڑادی امیر شکیب اسلام موسیٰ بونہ موری سے نقل کرتے ہیں کہ گیارہویں
صدی کے اوائل میں آرخوڈاکس چرچ جو ساحل افریقیہ پر مصر سے مراکش تک پھیلے
ہوئے تھے رفتہ رفتہ ختم ہوتے گئے اور اسلام کے اوقیانوس و بحر میجیط میں انکی حیثیت
صرف گنام جزیروں کی سی رہ گئی۔^{۱۰}

وہ مزید لکھتے ہیں کہ "إذ ليس أولى" کے جانشین صوفی عقیدہ کے پیرو
تحقیج فاس اور توئیں کی داشت گا ہوں میں پڑھایا جاتا تھا جو افریقہ کے سب سے بڑے
علیٰ مرکز تھے، اسی ذریعہ سے سلسلہ قادریہ اندلس پہنچا پھر فاس منتقل ہوا اور سلسلہ
شاذلیہ شیعہ ابو مدلین اشتبیلی کے بیک واسطہ مُرید شیعہ شاذلی نے جاری کیا
جس کے تین حصے ہوتے اور شاذلیہ الجابریہ میں اور قادریہ مراکش میں اور مدینیہ طرابلس
الغرب میں پھیلا ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں الحاج جعمران بن التیجانی نے وسط افریقہ
میں مہدویت کا دعویٰ کیا اور سودان میں حکومت قائم کی پھر سودان میں ۱۲۹۹ھ
۱۸۸۱ء میں مُحَمَّد أَحَد کاظمہ رہا جن کے ساتھ ۵۰ هزار فوج تھی، انہوں نے خروم کے
محاصرہ میں جزل گورڈون کو قتل کیا اور ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں سودان پر قبضہ کر لیا۔ اٹھا رہوں
انیسویں صدی میں قادریہ و شاذلیہ سلسلوں سے ہی تیجانی اور سنوسی سلسلے
نکلے۔

سلسلہ قادریہ سماج کا اول الحکمہ ہوئے www.abulhasanaini.org

طلباً، كوطراً بس قيردان جامع القرويين (فاس) اور جامعہ ازہر بھیجتے اور عیساً یوں کا دفاع کرتے۔

شاذی سلسلہ کی بنیاد تیر ہوئی صدی میسیحی کے نصف اول میں پڑی جس کے ذریعہ مراکش تصور سے روشناس ہوا اور جس کا مرکز بوریت تھا، اسکے شیوخ میں سے سید الدّین الحسین بن عبد الرّحمن (۱۴۲۳ھ/۱۸۶۵ء) نے فرانس کا مقابلہ کیا تھا سلسلہ تیجانیہ کے بانی احمد بن محمد التیجانی (۱۱۹۷ھ/۱۸۲۰ء) نے یہ سلسلہ الحنفی عالم ۱۴۲۴ھ/۱۸۶۵ء کے ماتحت ۱۴۲۵ھ/۱۸۶۶ء تک ٹمبوکٹو سے الٹانٹک تک حکمران رہا۔ اجنزوی عالم ۱۴۲۹ھ/۱۸۶۱ء کو ٹمبوکٹو میں فرانس کے داخلے نے اسٹوڈارڈ کے الفاظ میں "چارس بارٹل" کے نام کے *Portuguese* کی یادداوی کیونکہ اگر فرانس کو یہ فتح نہ ہوتی تو افریقہ کے مستقبل کے نتائج بھی کچھ اور ہوتے۔^۱

فِي تَعْمِيرِ أَوْرَصِنَقُوفِ وَرْقَتِ

مراکشی تہذیب و تمدن میں اسلامی اور مغربی تمدن کے اچھے عناصر پہلوہ پہلو جمع رہے ہیں، مراکش نے بڑے سلیقہ سے مغربی تمدن کی بے ضریبیز دن کو اسلامی و عربی تمدن میں رنگ لیا ہے اسی کے ساتھ وہاں افریقی تمدن کی خصوصیات بھی برقرار رہیں۔ روم لانڈ و مراکشی فتوں لطیفہ کے سلسلے میں لکھتا ہے "مودودین کا کتبیہ بیان مراکش میں چیز الدّنادر (مراکش)، بنی مرين کی مسجد و مدرسه (فاس و تلمسان میں) اور سعدیین کے مقبرے قابل دید عمارتیں ہیں۔ جب یورپ ترقی پذیر ہوا تھا تو مراکش ذوق و نفاست کے وہاں ایل www.abulhasanalinadwi.org کام نے رہا تھا اور اسکے عمار و دباغ، قالین ساز،

مالی اور باغبان اور صناع (وجود نیا کے بہترین بلیڈ بناتے تھے) یوپی نشانہ شکاریہ کے پیش و تھے ۱۰

مولانا احمد بن خالد الناصحی السلاوی مولای اسماعیل کی تعبیرت کے بارے میں لکھتے ہیں ہے۔

قلعہ مکناں میں اس کی عمارتیں، اس کے محلات ہی سجدیں، مرگے اور باغ فیرمولی چیزیں تھیں جن کی مثال پیش کرنے سے ایران دیوانان دروم و عرب اور ترک بھی قاصر ہیں ۱۱

استاد عبداللہ کنوں لکھتے ہیں کہ "منصور موحدی نے اپنے عہد کا سب سے بڑا ہسپتال بنایا تھا جس کے بارے میں صاحب العجب کا کہنا ہے وہی بھر اکشن مارست آئاما اظن ان فی الدنیا ایشنا" (اس نے مرکش میں ایسا ہسپتال بنایا جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہ ہوگا) اور اسی شان نے فاس اور ابن تاشیفین نے مرکش جیسے دارالسلطنت بنوائے ۱۲

۱۲۴۵ میں ایک مهاجرہ سیدہ نے جامع الفرق ویین بنوائی جس کا فیض آج بھی جاری ہے اور وہ آج ایک یونیورسٹی بن چکی ہے۔

علم و ادب اور فتن و ثقافت

مغرب قصی (مرکش) کے مشهور اہل قلم استاد عبداللہ کنوں

نے حال ہی میں مرکش کی علیٰ و تفاوتی خدمات پر ایک فاضلانہ مقالہ مسائحتہ الغرب
فی بناء الخضاۃ العَرَبِیَّیْ (عرب تہذیب کا حصہ) کے عنوان سے شائع کیا ہے
جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

مرطین کے عهد میں ابن رشد، ابن طفیل، ابن باجہ، ابن
ذھن نے ناموری حاصل کی اور موحدین کے عہد میں ان کے کارنامے سامنے آئے۔
پیتاً تو حقیقت ہے کہ موحدی خلیفہ یوسف بن عبد المؤمن ہی نے ابن رشد
کو فلسفہ ارسطو کی تفہیص کا مشورہ دیا تھا وہ اپنے علیٰ شغفت میں امون عباری کا نظر تھا۔

قاضی عیاض (۵۲۶-۵۲۷ھ) مشاہیر علمائے اسلام میں سے
ہیں ان کا تعلق بھی خاک مرکش ہی سے تھا وہ سبیتہ کر رہے والے تھے وہ بیکث
وقت حدیث، فقیہ، ادیب، اولغوی تھے، فتنہ بن خاقان نے قلائل العقیان
میں ان کا نذر کیا ہے، علامہ مقری نے اذہار الریاض کے نام سے انکی سوانح
چار جلدیوں میں لکھی ہے الشفاء کے علاوه امام مالک کے سوانح دلکھا پر المدارک
و تقریب المسالک فی عمر قرن اعلم مذهب الامام مالک کے نام سے چار
جلدیوں میں ایک کتاب لکھی ہے، ان کی کتاب مشارق الانوار فی غریبۃ الحدیث
و الاتارکے بارے میں کہا گیا ہے۔

مشارق انوار تبدیلات بحسبتہ و من عجب کون الشمار بالقرآن

(سبتہ میں روشنیوں کے مطابق ظاہر ہوتے حالات مغرب میں ان کا ہونا باغث تجھے)

لہ بعض لوگوں نے اس کا نام مشارق الانوار فی حییۃ الشفاء www.abdulhasanalinadwi.org
وہ حدیث میں امام زمانہ اور تاریخ دانسab عرب کے ماہر یگانہ، سبیتہ اور غناظہ کے قاضی رہے اور مرکش میں
دنات پائیں ان کی اور کتابوں میں الاسلام، التاریخ۔ اور شرح حبیح مسلم میں (الاعلام ۵/۲۸۶)

الشفاء، سیرت کے اہم مأخذ میں سے ایک ہے۔

خویں ابن آجر و مصنفہ حاجی نے رسالت الْجَرُومِیَّة اور سیبیویہ کی کتبیت کا مدخل لکھا۔ اسی جیسی شہرت ابو موسیٰ جزوی صاحب کراسہ اور ابن معطی صاحب الفیہی بھی حاصل کی جسکے طرز پر ابن مالک نے الفیہی کی۔ علم الغوث میں ابن طیب عاصی نے پیغاش سے زائد کتنا بیس لکھیں، ان کے تواشی قاموس سے علامہ زبیری نے بھی استفادہ کیا اور انھیں اپنا استاذ مانا۔

شعر و ادب میں ابن جبوس فارسی، ابن ہانی کے برابر اور کاتب ابو یعفر بن عطیہ ابن زیدون کا ہمسر ہے۔ الجراوی صاحب صفوۃ الادب (جسے حماسہ غربیہ کہا جاتا ہے) اور ادیب و شاعر۔ مالک بن مرحل کا کلام متعدد دو اور این پر مشتمل ہے ابن ابی یعنی خوی کے بواب میں اس کی کتاب الضوب بالعصی والررمی بالحصی ہے اس نے دو بیت مجزو کی بحث بجاد کی جس میں اس کی نظم کا شعر ہے

الصَّبُ الْجَمَالِ مَائِلٌ وَالحَبُّ لِصَدَقَةِ الْمَلِ

شعراء و ادباء میں ابن زاکر صاحب دیوان و شارح حماسہ (عنوان النفاسۃ) و شارح قلمذ العقیان شاعر و فلسفی الحمد الجزائی، عصر سعدیین ابو فارس عبدالعزیز قشتالی گزرے ہیں، قشتالی کے بارے میں منصور ذہبی کا کہنا تھا کہ نقشو خربہ علی ملوك الأرض و نباری لسان الدين ابن الخطيب۔ (ہم اس کی وجہ سے دنیا کے باشا ہوں کے مقابلے میں فخر کر سکتے اور ابن الخطیب کا مقابلہ کر سکتے ہیں)

تاریخ و ترجمہ میں المرکاشی، ابن عذری، ابن زرع، ابن القاضی القشتالی، الافرانی، الزیانی، الظاهری، الظاهری، الظاهری، الظاهری، الظاهری زیدانی وغیرہ بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

جز افیہ میں شریف ادرسی نے بطیموس کے بعد دنیا کا صحیح نقشہ

مرتب کیا اور چاندی کا کرہ ارضی بنایا۔ مجمع علی عراقی نے اس کا خریطہ شائع کیا ہے اور ایک عراقی فاضل ڈاکٹر الحمد سووسہ نے اس پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اُنہی میں مستشرقین نے اس کی کتاب فزّہۃ المشتاق کو اڈٹ کر کے شائع کیا ہے یورپ سے ابن بطوطہ کے سفرنامے کا ترجمہ حواشی کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور اسے وہاں سند کی چیخت حاصل ہے۔

پوپ سلفسٹری ثانی نے ناس میں تعلیم حاصل کی تھی وہ طلبی طبلہ میں بھی طالب علم کی چیخت سے رہ چکا تھا اس نے یورپ کو اقسام عربیہ سے واقف کرایا۔

ابن الیاسمین (صاحب تلقی الانفار) ماہر ریاضیات گزاری ہے حساب و جبر میں اس کا ارجوزہ بہت مشہور ہے۔ اسی کا ہم پلہ ابن البناء العددی ہے جس کی کتابوں کے یورپ میں ترجمے ہونے ہیں اور مغربی ریاضیں نے اس کے بعض نظریے اپنائے ہیں جیسا کہ ریاضی دال فرانسی شال کا ہمنا ہے۔ سائنس کی موڑ خارج ساروں کرتا ہے کہ تقویم زمانی کا فقط اس کی کتاب مِنْهاج الطالب فی تَعْدِیلِ الْکَوَاکِبِ سے لیا گیا ہے، علم الحساب میں اس کی التلخیص بھی مشہور ہے، دوسری کتاب رفع الحجابت ہے جسے ابن خلدون بلیل القدر کرتا ہے۔

ابو علی الحسن بن علی مرکشی قرون وسطی کا سب سے بڑا ریاضی دال جس کی کتاب المبادی والعنایا ایضاً فی فوائد الحدیث کا باعث ہے میں مولاً چلپی کہتے ہیں کہ انہ اعظم ماصنف فی هذا الفت (یہ اپنے فن کی بہترین کتاب ہے) طب میں یوسف بن سمعون ہبودی (رنیق و مولی بن یمیون) ابو القاسم الازری صاحب المفردات الطبیہ، ابو شقر و مکناس صاحب الشقر و نینی نام اور ہوتے

مرتب کیا اور چاندی کا کرہ ارضی بنایا۔ مجمع علی عراقی نے اس کا خریطہ شائع کیا ہے اور ایک عراقی فاضل ڈاکٹر الحمد سووسہ نے اس پر دو جلدیں میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اٹلی میں مستشرقین نے اس کی کتاب فزُّۃ المشتاق کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے یورپ سے ابن بطوطہ کے سفرنامے کا ترجمہ جو اشی کے ساتھ تین جلدیں میں شائع ہو چکا ہے اور اسے وہاں سند کی جیشیت حاصل ہے۔

پوپ سلفستری ثانی نے فاس میں تعلیم حاصل کی تھی وہ طلیطلہ میں بھی طالب علم کی جیشیت سے رہ چکا تھا اس نے یورپ کو ارقام عربیہ سے واقف کرایا۔

ابن الیاسمین (صاحب تلقی الانفکار) ماہر ریاضیات گزرائے ہے جناب وجہ میں اس کا ارجوزہ بہت مشہور ہے۔ اسی کا ہم پلہ ابن البناء العددی ہے جس کی کتابوں کے یورپ میں ترجمے ہوئے ہیں اور مغربی ریاضیں نے اس کے بعض نظریے اپنائے ہیں جیسا کہ ریاضی دال فرانسی شال کا کہنا ہے۔ سائنس کل مورخ جارج سارٹن کہتا ہے کہ تقویم زمانی کا لفظ اس کی کتاب منہاج الطالب فی تعداد الکواكب سے لیا گیا ہے، علم احساب میں اس کی التّخیص بھی مشہور ہے، دوسری کتاب رفع الحجابت ہے جسے ابن خلدن جلیل القدر کہتا ہے۔

ابو علی الحسن بن علی مرکشی قرون وسطی کا سب سے بڑا ریاضی وال جس کی کتاب المبادی وال نهایۃ انسحاب فی تعداد الکواكب کے باعث میں مولا چلی کہتے ہیں کہ انہ اعظم ماصنوف فی هذل الفت (یہ اپنے فن کی بہترین کتابیج) طب میں یوسف بن سہون یہودی (رفیق موسیٰ بن ہیرون) ابو القاسم الوزیر صاحب المفاتیح الطبیہ، ابو شقرون مکناس صاحب الشفق و نیہ نام اور ہوتے۔

دائرة المعارف لکھنے کی طرف بھی مغزیوں نے پہلے توجہ کی
 مثلاً عبد الرحمن الفارسی نے الاقوام فی مدارک العلوم کتبی جس میں ڈیگر علوم
 پر بحث کی یہ کتاب نظر میں ہے۔ ابو علی الحسن ایوسی نے فارابی کی احصاء العلوم کے
 طرز پر القانون فی احصاء العلوم لکھی۔

انشاپردازی کے سلسلے میں شیخ محمد بیرم تونسی صاحب صفوۃ الاعتبان
 کہتے ہیں کہ ”عربی انشاپردازی ٹڑی حد تک مراش ہی تک محدود رہی ہے“

شمس تبریز خاں

دوہفتہ

مختصر قصای (مرکش) میں

الف

ابو الحسن علی حسینی ندوی
www.abulhasanainnadmwi.org

www.abulhasanalinadwi.org



دُوْهَفَتَةٌ مَغْرِبُ قَصْلِي (مَرْكَش) مِنْ

مَغْرِبٍ كَمَسْقُورٍ تَمَّا اُرَاسُ كَمْتَجِيلٍ

مجھے مغرب قصی کی زیارت کا عرصہ سے شوق تھا، اسلامی تاریخ ہندیہ علوم اسلامیہ، ادب و شاعری، فن تعمیر سب میں وہ ایک جدا گانہ شخصیت کا مالک اور مستقل دلستان فکر ہے، یہاں اسلام کو اپنی اثر انگیزی، کیمیاگری اور اپنی اندر وہی صلاح خیلہ اور باطنی قوت کے اظہار کا پورا موقع ملا۔ اور اس نے بری جیسی ناقابل تحریر قوم کو منحر کر کے اسلام کی عالمگیری قومیت کا ایسا جزو بنایا اور اس کو اسلامی عربی تہذیب میں اس طرح تحلیل کر دیا کہ اس کے ایک فرد طارق بن زیاد نے پہلی حصہ کے آخر میں اپسین (اندلس کو اسلامی قلمروں میں اس طرح شامل کیا کہ آٹھ سو برس تک مسلسل وہ اسلام کا حلقة بگوش اور اسلامی تہذیب علوم و فنون کا مرکز ہا۔ طارق کے ساتھ بارہ ہزار شہ سوار تھے جن میں عرب بڑائتے نام تھے باقی سب برابر تھے، شمالی مغربی افریقیہ میں عظیم الشان حکومتوں تا تم ہوتیں جن کا ڈنکا بارہ اور ڈنلیس سے لے کر ہجر اطلس کے ساحل اور اس سے بھی آگے ڈھنکر یورپ (اندلس) میں صدیوں تک بختار ہا ان حکومتوں میں فاطمیین

لہ الہ سنت عبود فین میں سے اکثر ان کو عبیدین کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کو خاندان بنوٹ سے ان کے انتساب میں بڑا شبہ ہے تفضیل کے لئے ملاحظہ ہوتا رہ دعوت و ترمیت حصال سلطان صلاح الدین ایوبی سے متصل مضمون۔

مرادیین و موحّدین کی طاقتوں حکومتیں (جن کو شہنشاہی کہنا زیادہ صحیح ہوگا) خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان میں آخر الذکر (دولۃ المودّین) کے بانی بربری نسل سے تعلق رکھتے تھے اس ملک نے علوم کتاب و سنت میں فاضی عیاض، ابو القاسم عبد الرحمن الشہیلی (شارع سیرہ ابن ہشام) ابوالولید الباجی، فاضی ابو بکر بن الغری، فلسفہ تابع و محدث میں عبد الرحمن بن خلدون، جغرافیہ میں محمد بن محمد الدارسی، تنقید شعروادب میں (ابن رشیق) قیروانی، سیاست عالم میں ابن بطوطہ جیسے سر امداد فرگار علماء و مصنفوں پیدا کئے جن کی کتابوں کو علماء مشرق نے صدیوں تک حرج جاں بنانے کے لئے جہاں تک ارباب قلوب اور اہل باطن کا تعلق ہے۔ اہل مغرب کی علو استعداد، بلند ہمتی اور روحانی ولدُنی علوم سے ان کی خداداد مناسبت سب کو اس درجہ تسلیم ہے کہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مشرق انبیاء کی سرزین اور مغرب اولیاء کی سرزین ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ ابوالحسن الشاذلی بانی سلسلہ الشاذلیہ ہمہ محدثین سلیمان جذولی صاحب دلائل الخیزت، سیدی عبد العزیز الدیابی، صاحب الابریز کا نام لینا کافی ہے۔

لیکن عجیب اتفاق ہے کہ بدنامی کی حد تک میری بہاں نو روی اور یہی کے باوجود اور اس حال میں کہ ۱۹۴۲ء میں اپسین کے سفر کی بھی سعادت نصیب ہوئی، افریقیہ کی یہ شمالی مغربی پٹی جو طرابلس (لیبیا) سے شروع اور کرتھج تک چلی جاتی ہے یعنی چھوٹی رہی، برائی میں افریقیہ میں مجھے صرف مصر و سودان کے سفر کا موقع ملا۔ مجھے کچھ تو تاریخ کے مطالعہ کے بنابر اور کچھ اس وجہ سے کہ استاذ محترم و اکثر شیخ ترقی الدین الہلی اور عزیز دوست در قیمت استاد و مدرس امیر بیوی www.ahulhasanalal.com میسر رہی وہ مرکش

لہ اول الذکر دارالعلوم نہرہ العلامہ کے شعبہ ادب فرنی کے اعلیٰ استاذ اور منصف اور اس کے رفقاء عزیز مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا حمزہ ناظم ندوی دیغرو کے محبوب استاذ ہیں۔ ثانی الذکر دارالعلوم نہرہ العلامہ کی تدریس کے زمانہ میں منصف کے رفیق، مخلص دوست، سفر و حضرا و سیر و مشکار کے ساتھی تھے۔

اور مغرب قصیٰ کا تذکرہ اٹھتے بیٹھنے کرتے، وہاں کی تہذیب و معاشرت، خصوصیات کا ذکر کرتے، ان کی گفتگو سے اس سرزین رنگ دبوکو دیکھنے کا در شوق پیدا ہوا۔ جلال اللہ الملک حسن شانی شاہ مرکش نے ایک مرتبہ بڑے اصرار سے مرکش آنے کی دعوت دی، عرصے سے ان کا معمول ہے کہ رمضان المبارک میں وہ مختلف مالک کے ممتاز علماء کو قصر شاہی میں درس دینے کے لئے مدعو کرتے ہیں۔ خود بڑے اعتمام سے اس میں شرکت کرتے ہیں، حاضرین کی بڑی تعداد ہوتی ہے، ریڈ یو ٹیلی ویژن پر بھی ان دروس کے نشر کا انتظام کیا جاتا ہے، آخر میں وہ خود تقریر کرتے ہیں وہ بھی مرتب اور شانع کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں خود میرے یہاں قیام و شغوفیت کا ایک نظام کرنی سال سے جاری ہے جس میں مخصوص احباب احمد ادال العلوم ندلہ العالما کے طلباء، شرکیں رہتے ہیں۔ اسلئے میں نے اس موقع پر حاضری سے معدوم کی۔ اس طرح وہاں حاضری اور مغرب کو دیکھنے کا ایک اچھا موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ لیکن اس میں بھی بڑی حکمت تھی اس لئے کہ اگر اس موقع پر جانا ہوتا تو مجھے مالک کے دیکھنے کا اور مختلف طبقوں کے سربراہ اور وہ نمائندہ اشخاص سے آزادانہ ملنے اور خاص طور پر علماء، اہل فکر، ماہرین تعلیم اور سیاسی رہنماؤں سے ملنے کا اطمینان سے موقع نہ ملتا۔

میری اس دیرینہ آرزو کی تکمیل کا غیری سامان اس طرح ہوا کہ اپریل ۱۹۶۴ء کی کسی تاریخ کو جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ (جس کا نام اب رابطہ الجامعات الاسلامیہ ہو گیا ہے) کا دعویٰ نامہ آیا۔ یہ دعویٰ نامہ ہندوستان میں اس وقت پہنچا جب میں حجاز مقدس میں تھا۔ جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ اسلامی جامعات یونیورسٹیوں اور اعلیٰ اسلامی دانشگاہوں کا ایک وفاق ہے جس کی بنیاد چند سال

پہلے مغرب کے دارالسلطنت رباط میں پڑی تھی اور وہیں اس کا صدر دفتر ہے۔ تین سال پیشتر اس کی مجلس منتخب کا اجلاس مدینہ طیبہ میں ہوا تھا، میں جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس اشاری کی تقویب میں اتفاق سے وہاں موجود تھا۔ مجھے ناظم ندوۃ العلماء کی حیثیت سے اس کی رکنیت کا شرف بخشایا، اس وقت سے میں اس کا رکن ہوں لیکن مجھے اس کی سالانہ کانفرنس میں شرکت کی فوبت نہیں آئی تھی شاید میں اپنی مصروفیت، طول مسافت اور صحت کی کمکوری کی وجہ سے اس مرتبہ بھی معدود تھی تھیا لیکن اس کا عالم رابطہ عالم اسلامی کے جملہ سکریٹری شیخ محمد صالح القراز کو ہوا، ان کو خود اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی تھی لیکن قریبی تاریخوں میں ہوتیا نیا میں رابطہ کی طرف سے ایک کانفرنس منعقد ہو رہی تھی جس میں ان کو شرکت کرنی تھی انہوں نے مجھے اپنے بجائے اس کانفرنس میں رابطہ کا نمائندہ منتخب کر دیا اور صدر جمیعت شیخ محمد الفارسی کو اس کی اطلاع کر دی، ساتھ ہی ساتھ انہوں نے میرے عزیز رفیق سفروں ولی محمد رائع ندوی کے سفر کے سب انتظامات مکمل کر دیتے اس کے بعد میرے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ میں نے اس کو تائید یعنی سمجھ کر سفر کا فیصلہ کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مغرب کی زیارت، وید و شنید، اپنی کہنے اور دوسروں کی سننے کے لئے اس سے بہتر موقع داھل نہیں ہو سکتا تھا۔ مغرب میں یہ بہار کا موسم تھا، کانفرنس کی وجہہ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے ممتاز علماء والہل فکر آئے ہوئے تھے، تھوڑے وقت میں بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے، منتخب اجتماعات، چیدہ جلسوں میں شرکت اور پرگزیدہ شخصیتوں سے ملنے کی آسانیاں فراہم تھیں، ہر شخص کی زبان پر تھا کہ آپ بڑے اچھے موقع اور بڑے اچھے موقع پر آئے۔

ہو اکہ کل بعد نماز فجر جدہ سے الدارالبیضام (کاسابلانکہ) کے لئے روانہ ہونا ہے۔ یہ اطلاع میرے لئے خلاف وقت اور کسی حد تک پریشان کن تھی خیال تھا کہ کافرنس ۱۱ مئی سے شروع ہونے والی ہے اس لئے اس سے ایک دو روز پہلے روانی ہو گی۔ پونکٹ مجھے مراکش کے بعد لندن کا سفر بھی کرنا تھا اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے قانونی طور پر ضروری تھا کہ میں سعودی ایرلائنز سے سفر کروں، جس نے جدہ سے لندن تک اور لندن سے بھی تک ٹکٹ بغیر کسی اختلاف اور زائد رقم کے بنادیا تھا۔ بھی کے محی صوفی عبد الرحمن صاحب نے اس سلسلہ میں بڑی کوشش کی تھی۔ عزیزان سید حسن عسکری طارق اور سید مصباح الغی حسین سلیمان نے مکہ اگر اطلاع دی کہ ساری کاروائی مکمل ہو گئی ہے آپ کو ابھی بعد مغرب جدہ چلنا ہے اور صبح سکات مجھے سعودی طیشیارہ سے الدارالبیضام کے لئے روانہ ہو جانا ہے، اگرچہ اس طرح ہم کافرنس سے پانچ دن پہلے پیغام رہے تھے اس میں کتنی طرح کی زحمتیں تھیں لیکن چاروں ناچار اس کو گوارا کرنا پڑا۔ سعودی ایرلائنز کا جہاز صرف بدھ کو جدہ سے کاسابلانکہ جاتا ہے (ڈاڈالبیضام) ہمارے اس جہا سے سفر کرنے میں ایک کوشش کی بات یہ تھی کہ وہ اس پوری شہابی پی پر سے پرواز کرتا ہے اس کا پہلا اسٹیشن طرابلس دوسرا تونس، تیسرا الجزائر، پوتھا اور آخری الدارالبیضام ہے۔ (یہ سب مقامات ہمارے لئے بڑی کوشش ہیں۔)

رکھتے تھے، اور ان پر ایک طائرانہ نظر پڑ جانا بھی دلچسپی سے خالی نہ تھا، یہ حکمت تو بعد میں معلوم ہوئی کہ ہمارے لئے یہ جہاز ہر طرح سے مزدود تھا جس کی تفضیل آگے آتے گی ملکت مغربیہ کا جہاز مرکو ایرلائنز دوسرے راستے سے جاتا تھا جس میں فی الحال www.abulhasanalinadwi.org ہمارے لئے کوئی کوشش نہ تھی۔

ہم صبح ناشستہ کے بغیر ہوائی اڈہ کے لئے روانہ ہوتے اس لئے کہ ایک ٹھنڈھ پہلے پہنچا ضروری ہوتا ہے، نورولی خان^{لہ} کے متعدد افراد ہمارے جدہ کے لئے عبدالغنی محمد نور ولی فرم کے مالک بوقریباً ۱۱ سال سے جائز میں تقسیم ہیں۔ بقیہ ۷۵ پر

میزبان ہوتے ہیں اور جن میں الحاج محمد نور اور عزیزی محمد ولی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نیز متعدد بہندوستانی احباب پہنچانے آئے۔ رابطہ کا نامائندہ ضروری دفتری کاروانی میں مدد کرنے کے لئے موہود تھا جہاز کی روائی میں تقیبیاً دلگھنٹ کی تائیر ہوئی اور وہ بجائے سارے سات بجے کے سلاطین نوبخ روانہ ہوا جہاز میں قدم رکھا تو یہ دیکھ کر نہ سایت مسترت ہوئی کہ اسی جہاز سے الجامعۃ الاسلامیۃ مدینۃ منورہ کا وفد ہو دارکان نائب نیں الجامع شیخ عبدالحسن بن عباد اور استاذ جامعت شیخ ابو بکر الجزا اتری پڑھتی ہے اسی جہاز پر سفر کر رہا ہے، ان کی سیٹیں فرست کلاس میں ہماری ہی سیٹوں کے سامنے تھیں یہ دونوں حضرات نہایت گرجوشی سے ملے اور خیر مقدم کیا، میری سیٹ کے بالکل آگے مشہور اخوانی رہنماؤ مصنف شیخ محمد الغزالی کی سیٹ تھی معلوم ہوا کہ اسی جہاز سے کلیتۃ الشریعہ کے مکرّمہ (جس کا الحاق جامعۃ الملک عبد العزیز جدہ سے ہے) کے بھی اس طالب علم حرف کو مت سعودیہ کے خرچ پر مغرب کی سیر (لور) پر جا رہے ہیں۔ ان کے مگر ان کلیتۃ الشریعہ کے موخر استاذ شیخ محمد الغزالی ہیں۔ میں اس غیر متوقع رفاقت اور محبت کے خیال سے باغ باغ ہو گیا۔ اسٹھن میں میر امصر میں تقیبیاً پانچ مہینہ قیام رہا، یہ وہ زمانہ تھا کہ اخوان کو قید و بند اور داروں سن کی آذان ایش کے بعد کسی قدر سافس یعنی کاموں ملا تھا، مجھے اخوان کی تحریک کے مرکزوں اور ان کے سرگرم و فعال حلقوں میں جانے کا شوق تھا، میری کتاب (ما ذا خس العالم بامتحاط المسلمين) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر) کے ذریعہ جو تازہ تازہ شائع ہوئی تھی اور جس کو اخوان نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا وہ مجھ سے غائبانہ دافت تھے وہ ہر ایسے ہمان کا گرم جوشی سے خر مقدم کرنے کے لئے بے چین تھے جو ان کے ذمہ پر ہم رکھنے اور ان سے ہمدردی کرنے کے لئے تیار ہو۔ نیز اس کی اور جنہوں نے اپنی اسلامی وہندوستانی خصوصیات برابر قائم رکھی ہیں۔ اسی خاندان کے مالک الحاج عبد القادر نور ولی تھے جن کا ۱۵۹۹ھ میں انتقال ہوا۔

باتوں اور تقریروں میں ان کو اپنے محبوب داعی و بانی امام شہید حسن البنا کی کچھ بولمحوس ہوتی ہو۔ میرا ہفتواں ہموں رہا کہ میں ہر جسم کو قابوہ کے کسی مضافاتی مقام پا کری قربی خلیع کا سفر کرتا ان دوروں میں شیخ محمد الغزالی کی رفاقت خروری تھی اور وہ اخوان کے صحیح نامندہ اور معتمد ترین اشخاص میں سے تھے، ان کی شخصیت بڑی دلاؤیز، جامع و متوازن اور انہی تقریروں میں بڑی نوثر دول پذیر ہوتی تھیں وہ ایک ممتاز ازہری عالم بھی تھے اور اخوان کے حلقوں کے اس وقت سب سے بڑے مصنفوں، نقیب و ترجان اور الحاد و تجد و کے جوانوں کی تحریک کو کچل دیتے جانے کے بعد سر اٹھانے اور اسلام کے عقائد و حقائق سے شوخیا کرنے لگا تھا، دینی حلقوں میں سب سے بڑے حریف اور مددِ مقابل تھے۔ میں شہزادیں ججاز کے قیام کے دوران ان کی بعض تصنیفات کے ذریعے ان سے واقف اور ان کا قدردان بن گیا تھا، جمال عبد الناصر کے عہد میں جب دین کی دکالت کرنا کلری حق غند سلطان جائز کے بالکل مراد فتنے میں گیا تھا اور بالعموم زبانوں اور قلموں پر ہر لگ کنی تھی باہم صری پار یعنی نہ میں ان کی آواز گوئی اور انہوں نے اپنے کو خطرہ میں ڈال کر اعلانِ حق کیا، اب پورے رنجِ صدری کے بعد ہم دونوں دوست مکہ مغفاری میں ایک دوسرے سے ملے تھے لیکن زیادہ الطینان سے باقیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، ان کے بغل میں جو صاحب بیٹھے تھے میں نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ مجھے تھوڑا سا موقع دیں شیخ محمد الغزالی نے اس پر بڑی مسترست کا اظہار کیا اور کہا میں اس کا منتظر تھا، اس ہوائی سفر میں وہ دیر تک اس پر اشوب دو رکی باقیت کرتے رہے، جب اسلام اور عربوں کی عزت کو داؤں پر لگا دیا گیا تھا اور زندگی بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، انہوں نے بتا کہ انہوں نے کس طرح اس تاریک ترین دور میں ایک حق کو عالم اور ایک مجاہد داعی کا فرضِ انجام دیا، اخوان کی نشۃ ثانیہ اور اس کے امکانات پر دیر تک گفتگو رہی۔

سڑاٹھے چار گھنٹے کی طویل پرواز کے بعد طرابلس الغرب کے ہوائی

اڑہ پر جہاز اتر، لیکن مسافروں کو اتر نے کی اجازت نہیں ملی اور ہم لوگ حضرت سے سنوںی مجاہدین کے اس دارالسلطنت کو طارانہ نظر سے دیکھتے رہے جس پر پاکباز مجاہدین کا قیمتی خون پانی کی طرح بہا اور اس کے تیجہ میں یہ ملک آزاد ہوا لیکن آج اسی سر زمین میں ان کا نام لینا بھی خطرہ سے خالی نہیں، جن کے خون گرم اور اشک سحرگاہی کے تیجہ میں اس ملک کے لوگوں کو عزت، دولت اور حکومت ملی احسان فراموشی کی ایسی شان بھی کہیں ملے گی؛ ایک گھنٹے کے بعد تونس آگئیا، یہاں غیشت تھا کہ مسافروں کو اتر نے کی اجازت ملی، ہوائی اڈہ پر اگرچہ پانی کا انتظام تھا لیکن مغربی غسل خانوں کی طرح اس سے استفادہ اور طہارت حاصل کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا، البتہ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ایک کمرہ "بیت الصلاوة" کے نام سے نماز کے واسطے خصوص ہے جہاں ہم لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی بعض ہندوستانی طلباء سے تعارف ہوا جو کلیت الشریعہ میں زیر تعلیم ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد الجزاير آگئیا، یہاں بھی اتر نے کی اجازت نہیں مسیرہ (صحایہ مارچ) کے بعد سے مغرب اور الجزاير کے تعلقات کشیدہ ہیں جہاز سے جو کچھ نظر آتا تھا اس سے شہر کی وسعت و تنظیم اور ملک کی سر سبزی و شادابی کا اندازہ ہوتا تھا یہاں تک پہنچ کر وقت میں خاصاً فرق پڑ گیا تھا، ایک گھنٹے میں منٹ لینی غروب سے نصف گھنٹے بیشتر الدارالبیضا را آنے والا تھا۔

الدارالبيضا میں بالآخر جہاز نے الدارالبیضا (کاسابلانکہ) کے ہوائی اڈہ پر اترنا شروع کیا، دل ایک طرح کی خوشی سے موجزن اور کسی قدر فکر سے مضطرب ہونے لگا، کہ اگر وہ تاریخ حدد سے جمعۃ الحامیات کے سکریٹری کو دیا گیا تھا نہیں پہنچا تو ہم لوگ کہاں جائیں گے؟ رباط (جہاں کافرنس کو منعقد ہونا ہے) یہاں سے کتنی دور ہے درمیان کے پہنچ دن کہاں اور کس طرح گزارے جائیں گے بالآخر جہاز اترا ہم لوگ ایک ترد اور شکش کی حالت میں جہاز سے باہر آئے کوئی آدمی ہمارے استقبال کے

لئے نہ تھا۔ اجنبی ملک میں پہلا سفر کسی سے واقفیت نہیں، ایک امید ویم کی حالت میں ہم
ہوائی اڈہ پر کھڑے تھے۔

لیکن یہاں اردو کا دہ شور جو بار بار پڑھا تھا ایک حقیقت بن کر سامنے آگیا۔

سفر ہے شرط مسافر فواز بہتیرے

بزار ہاشم بر سایہ دار راہ میں ہے

اور یہ تو مسلمانوں اور عربوں کا شہر تھا جن کی مسافر فوازی اور مہمان داری ضرب المثل ہے ہم
اس پس ویش میں کھڑے تھے کہ چند حضرات شیخ عبدالحسن اور استاذ ابو بکر الجبراًئی کی طرف
بڑھے اور ان کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا معلوم ہوا کہ یہ جماعت الدعوة الالی اللہ
کے افراد ہیں جن کو ان کے پیغام کی اطلاع تدارسے مل گئی تھی کچھ لوگ ہماری طرف بھی بڑھے
جب انکو ہمارا نام معلوم ہوا تو انہوں نے کتابوں کے ذریعے اپنی واقفیت کا اظہار کیا اور
مولویں لے کر آئے تھے اور شیخ عبدالحسن اور استاذ ابو بکر الجبراًئی کو اپنے ساتھ لے جانا
چاہتے تھے، شیخ عبدالحسن نے میرا در عزیزی محمد راجح کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آپ ہمارے
ساتھ ہی رہیں گے۔

مولوی ہوائی اڈہ سے روانہ ہوئی جو الدارالبیضا سے تقیریاً ہیں میں پر واقع ہے
تو معلوم ہوا کہ ہمارے میزبان ہٹھیڈ الحریزی اور اق ہیں وہ الدارالبیضا کے ایک معوز
زمیندار اور تیس آدمی ہیں مولوی ایک وسیع اور شاندار کوٹھی کے ساتھ منزہ کی جو ایک محل سراکے
مشابہ تھی وہاں شدہ جماعت کے افراد کی ایک بڑی تعداد تھیں ہو گئی جس سے اندازہ ہوا کہ
سلفی دعوت کا کام خاصاً وسیع اور موثر ہے، سب آنے والے بڑے چوش و خروش اور مسرت
سے مل رہے تھے اور مر جا بکم، لا باس علیکم کہتے تھے۔
www.abulhasanainfiadwi.org

ہماری مشترکہ و ہجرت کی انتہا نہ رہی کہ تھوڑی دیر بعد ہمارے محترم استاذ
ڈاکٹر تقی الدین الہلالی اچانک داخل ہوئے وہ ان حضرات کی آمد کی اطلاع پر اپنے

مستقر مکناس سے جو بیان سے سو میل کے قریب ہوگا، تشریف لائے تھے۔ استاذ دشمن اگر دو کو غیر موقع طریقہ پر مل کر جو خوشی ہوئی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں دیر تک دعوت کی پیش رفت و مشکلات پر تبصرہ اور علمی و دینی گفتگو ہوتی رہی پھر نماز پڑھی گئی اور کھانا کھایا گیا، اگرچہ مکان میں ہماؤں کے قیام کی پوری کنجائش اور راحت کا پورا سامان تھا، لیکن شکریہ عبیدُ الحسین بن عباد نے اصرار کیا کہ ہم چاروں آدمی ہوٹل میں ٹھہریں گے، میزبان نے انکے اصرار سے چیزوں کو ہمراہ لیا۔ بیان الدار الیفیضا میں تین بڑے ہوٹل ہیں جو علی الترتیب بیان کے بڑے ہوٹل سمجھے جاتے ہیں۔ الدار الیفیضا مر جا۔ المنصور،

پہلے ہم لوگ ہوٹل منصوري کی طرف گئے وہاں جواب ملا عامر عاصم (ربہ پڑھے) اس مقصد کے لئے یہ لفظ کہیں نہیں سنا تھا دوسرے عرب مالک میں اسی موقع کے لئے (طیان) کہتے ہیں جس سے عام کہیں زیادہ بلخ اور عربیت سے قریب ہے، اس سے میرے اس پر انس خیال کی تصدیق ہوتی ہے اور عرب قبائل جزیرہ العرب سے نکل کر مختلف مفترحہ مالک میں گئے وہ اپنے ساتھ اپنی مخصوص عربی تعبیرات بھی لے گئے، جو صدیاں گزر جانے کے بعد ان ملکوں میں اب بھی محفوظ ہیں، اس طرح عربی زبان کا ذخیرہ مختلف عرب ملکوں میں منتشر لیکن مجموعی طور پر محفوظ ہے ایک "اچھا ہے" ہی کے لفظ کو لے لیجئے عراق میں اس کو "زین" کہیں گے۔ شام میں "لح" مصر میں "کوئیں" جو کہیں کی تفسیر ہے۔ اور جاز میں "طیب" آگے چل کر معلوم ہوا کہ عامر کے مقابلہ میں خالی کے لئے "خاوی" استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کے لئے دوسرے عرب مالک میں خالی یا قاضی کا لفظ استعمال کرتے ہیں، منصوري کے بعد "مر جا" کی باری اُنی اس نے بھی ہم لوگوں کو "مر جا" نہیں کہا۔ معلوم www.abulhasanalinadwi.org ہوا کہ وہ بھی پڑھے اب الدار الیفیضا میں قسمت آزمائی کرنی تھی، شکر ہے اس نے ہمارا خیر مقدم کیا اور اس میں جگہ نکل آئی، اس ہوٹل میں تین سو کمرے ہیں اور وہ پورپ کے بڑے سے بڑے ہوٹل سے اپنے وسعت و انتظامات میں کسی طرح کم نہیں۔

الدّارُ الْبَيْضَانِيَّ بَهْرَ اُرَاسُ كَامْفُونْ جَاهُ پنجشہر ۶۰ صفحی

رات ارام سے گزی موسم خوشگوار اور کسی قدر خنک ہے وسط انہر میں جیسی خنکی ہمارے ملک میں ہوتی ہے دیسی یہاں تھی کے شروع ہمینہ میں تھی ساحل سمندر پر ہونے کی وجہ سے موسم نسبتاً معتدل ہے۔ اول گل کے ایک پڑھے کئے ملازم سے معلوم ہوا کہ کاسا بلانکہ "اپنی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سفید گھر یا الدار الْبَيْضَانِی" ہے اس شهر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں بحر اطلس کے اس ساحل پر پتگیری ملاج ہمازانی اور تجارت کرتے تھے اس جگہ پر کچھ کچے مکانات اور جھونپڑے پڑے تھے جن پر سفید چونے کی تلائی ہوتی تھی، یہ ملاج کہا کرتے تھے "کاسا بلانکہ" پھر چکر ہدم لیں گے۔ اور کھانا لکھائیں گے اس وقت سے اس شهر کا نام پڑ گیا۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ مغرب کے اس عظیم ترین شہر کے متعلق جو علم افریقہ کا دوسرا سب سے بڑا شہر (اول نمبر قاہرہ کا ہے) شمار ہوتا ہے اور اس کو مغرب کا "العاصمة التجاریہ" یا "العاصمة المالیتیہ" کہتے ہیں معلومات نہایت ناقص تھی اور مجھے اس کی وسعت و عظمت کا کوئی تجیل ہی نہ تھا۔ کل ہمارے میز باؤں نے بتایا تھا کہ اس کی موجودہ آبادی ۷۰۰ تیس لاکھ کے درمیان ہے۔ ۱۳۲۴ء کے ایک سفرنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آبادی دو لاکھیں لاکھ سے زیادہ نہیں تھی یہ وہ بدقسمت شہر ہے جس کی وجہ سے مغرب کو فرانس کا غلام بننا پڑا۔ ۱۹۰۶ء میں الدار الْبَيْضَانِی کے بندرگاہ کا ٹھیکہ فرانس کی ایک کمپنی کو دیا گیا تھا جو لالی کو فرانسی اور عرب مزدوروں کے ایک جھگٹ کے باعث جو کسی www.astuthasanafimadwi.org بزرگ کی قبر کی اہانت کی بننا پر عرب مزدوروں کے اشغال کا سبب بن گیا اور اس کے نتیجے میں پچھلی یا ساٹی اور پین مقتول ہوتے تھے، فرانس کو اس دستی ورزخی ملک کو عنلام بنانے کا بہانہ مل گیا اور انہوں نے رباط کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور مختلف صوبوں

جات پر دوامی تسلط حاصل کر لیا جس کا خاتمہ ۱۹۵۶ء میں فرانسیسیوں کے کلی انخلاء اور سلطان محمد الخامس کی تخت نشینی پر ہوا۔

کل رات کھانے میں ایک طالب علم سید عبد الرحمن سے ملاقات ہوئی تھی جن کو صحیح مسلم سنداً و متنداً حفظ ہے ان سے وعدہ تھا کہ وہ آج آئیں گے ان کی رہبری میں شہر کے قابل دید مقامات اور تاریخی اثار کی سیر کی جائے گی وہ کسی وقت ہو ٹوں آئے لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ مجبوراً ہم فہرست معلم بیٹھے رہے آخر کار کل کے میزبان محمد الحنفی تشریف لائے اور ہم لوگوں کو الحاج مصطفیٰ بن ہاشم کے مکان پر لے گئے ہیں وہیں وہیں کھانا تھا۔ کھانے کے بعد دیر تک مجلس رہی اور دیر میں واپسی ہوتی۔

عصر کے بعد شہر کی سیر کے لئے نکلے، شہر نہایت وسیع و خوش اسلوب اور نظم ہے۔ سیلوزر لینڈ کے شہر جنیوا سے اس کو بڑی مشابہت ہے، بندرگاہ پر ایک ٹھہراتی ہوئی نظر ڈالی، جدید محلوں کو دیکھا۔ شہر کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور فرشتہ ایبل حصہ "الفا" کی سیر کی۔ کئی مکتبوں میں بھی جانا ہوا۔ جن میں مکتبہ الرشاد اور مکتبۃ الثقافۃ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اپنی بعض تصنیفات کے پارے میں دریافت کیا معلوم ہوا کہ موجود ہیں۔ جائیں محمدی میں مغرب کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ ابو بکر الجزايري کا درس ہوا حاضرین کی غاصی تعلوٰ تھی۔ نوجوانوں کی ایک جماعت نے ملاقات کی ایک نوجوان نے خود مجھ سے پوچھا گیا الشیخ ابوالحسن السندي میں نے کہا کہ تم جس سے مخاطب ہو وہی اس کتاب کا مصنف ہے، ان کی بالتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ حالات سے غلط ہیں اور بعض دن رشد اور اسلام دوست داعیوں کی گرفتاری سے آزدہ اور حکومت کے روپیہ کے شاکی ہیں۔

رات کا کھانا ایک تیرے عرب دوست عمر حسین بن محمد کے ہیں کھایا ایک ہجان جو ہیں کے بڑے تاجر ہیں۔ میری کتاب (ذکرات سائغ) کے دو سخن

خیرید کر لائے تھے مجھے ہدیہ کیا اس پر یہ لفظ لکھے کہ یہ کتاب خود مصنّف کو ہدیہ ہے دیر سے
والپی ہوتی۔

مکناس میں جمعہ، رَمَعی

رات کو طے ہو گیا تھا کہ صحیح ناشۃ کے بعد مکناس کی طرف جانا ہو گا جو مغرب
کا ایک تاریخی قدیم شہر ہے اور عظیم روحانی مرکز رہا ہے۔ ڈاکٹر تقی الدین الہلائی کل دن ہی
کو روانہ ہو چکے تھے، آج انھیں کی افتادہ بیس وہاں جمعہ کی نماز پڑھنی ہے لیکن بعض رفقاء کی
مشغولیت کی وجہ سے روانی سات بجے کے بجائے دس بجے ہو سکی، ہماری موڑدار الیضا
سے باہر نکلی تو نہایت خوبصورت مناظر پر فضا، سرسبز و ایسا ملنی شروع ہوئیں جنکو دیکھ
کر کسی کسی وقت حسوس ہوتا تھا کہ ہم کشیریں یہں تھوڑی دیر بعد مغرب کامو جو دہ دار السلطنت
رباط آگیا جہاں ہم کو تین دن کے بعد والپیں آنا تھا اسلائے اس سے گزر گئے تاخیر سے نکلنے
کا تیجہ یہ ہوا کہ ہم جب مکناس میں داخل ہوئے تو جمعہ کی نماز تیار تھی ہم اس مسجد میں نہیں
پہنچ سکے جہاں ہلائی صاحب نماز پڑھاتے ہیں، ہم لوگوں نے نماز جمعہ شہر کی بڑی مسجد جام
ایران میں پڑھی۔ خطیب کے خطبہ کا موضوع قرآن مجید کی آیت تھی وَإِذَا أَقِيلَ لَهُمْ إِنْتِعَادُ
مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّعِدُ مَا الْفَيْنَا عَلَيْهِ أَبَاءُنَا جس سے معلوم ہوا کہ وہ اصلاحی ذہن
رکھنے والے متین سنت عالم ہیں، نماز کے بعد اجتماعی درود شریف اور دعا ہوتی، نماز کے
بعد الحاج محمد بن مصطفیٰ بن سعید کے مکان پر جماعت الدعوة الی اشہد کی طرف سے اجتماعی
کھانا ہوا تیام فندق الریف میں ہوا رات کے کھانے کے لئے ہم لوگ پھر اسی مکان
پر گئے، کھانے کے بعد شیخ تقی الدین الہلائی نے مجھ سے کہنے کی فرمائش کی اور اشارہ کی
کیا کہ توحید کے موضوع پر تقریر ہو تو بہتر ہے، میں نے رسالت کی اہمیت خدا کی ذات
و صفات کی صحیح معرفت کے تعلیمات نبوت پر اختصار کے موضوع پر مختصر تقریر کی۔

افسوس ہے کہ وقت کی تنگی اور رفتار کی پابندی کی وجہ سے ہم ہمار کے تاریخی مقامات علماء اور صلحاء کی قبور کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔

فاس کا ممتاز چنگی شہر

شنبہ، ۸ صبح

صحیح ناس کو روایت ہوئی راستہ نہایت خوبصورت و سرسری تھا فاس حملکت کا دوسرا ایسا شہر اور مغرب کا اہم ترین روحانی و علمی مرکز ہے اس کی جیشیت اس ملک میں اپنی مردم خیزی اور علمی مرکزیت کی جیشیت سے دہی ہے جو ہندوستان کے جنگی براعظہ میں دھلے لکھنؤ، لاہور اور ملتان کی ہے، اس کی بنیاد پڑے مبارک بارخوں نے ٹبری مبارک گھر میں رکھی گئی، ماہ ربیع الاول ۱۹۲۰ھ کو خاندان نبوت کے چشم و چراغ سیدی اور ایں حنفی شافعی نے اپنے تبر (فاس) سے دور کھیج کر ان الفاظ میں وعما بانگی۔ اللہ ہم اجمعنا تدار علم و فقہ یتلى بھا لکتا بک و تقام بپاحد و دک و اجعل اهله ما متسکین بالسنۃ والجماعۃ مَا ابقيها۔

ان کی یہ دعا قبول ہوئی، یہ شہر تقریباً بارہ سو سال سے سرچشمہ علوم و فنون بنا ہوا ہے۔ جامعۃ القراءین جس سے اس شہر کو زینت اور فخر حاصل ہے اور جو اس لحاظ سے کے عالم اسلام کی قدیم ترین جامعہ ہے اس میں کسی دور انتشار میں بھی درس تدریس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور جس میں فاضل ترین علماء مغرب نے تعلیم حاصل کی اور درس دیا، صدیوں تک حدیث و فقہ، تفسیر اور عقائد و کلام کی تعلیم کام کر رہا، ہمارے قیام بر باطکے زمانہ میں وزارت تعلیم کی طرف سے ہم کو کئی جلدیوں میں ایک خیم کتاب جامعۃ القراءین کے نام سے دی گئی جس میں لفصیل کے ساتھ اس لی تاریخ، اس سے اتساب رکھنے والے خضلاء کا تعارف اور اس کے ہمدرد بعهد احوال بیان کئے گئے ہیں، اس مختصر مضمون میں اس کے علمی و دینی کارناموں اور اس اہم کردار پر رoshni نہیں ڈالی جا سکتی جو اس نے

مغرب کی دینی، علمی، روحانی، اخلاقی نیز سیاسی زندگی میں ادا کیا ہے۔ ہندوستان کی پانڈیا یہ بینی درسگاہوں کی طرح اس کے فضلاں نے ملک کو غیر ملکیوں کی غلامی سے آزاد کرنے سیاسی جدوجہد اور اپنے دور کے قتوں کے مقابلہ میں بھی قادر ادا کیا، اور اس کے علاوہ اتنے جنگ آزادوں کے ہر اول و سترے کا کام کیا بلکہ اسی نے حیث اسلامی غیرت ایجادی اور جہاد نی سبیل اللہ کا صور پھونکا، ملک کا کوئی قابل ذکر جاہد اور سیاسی رہنمای ایسا نہیں جو باہم واسطے یا بالواسطے اس کا خوش چیز اور اس کے چشمیہ فیض سے سیراب نہ ہوا ہو۔

شَّهْرِ میں جب فرانسیسی سیاست کی حکمت علی نے بربروں کو جو ملک کے قیامِ داصلی باشد رہے ہیں، عربوں سے جدا کرنے کا فتنہ کھڑا کیا اور ان میں بربری قومیت کا احساس پیدا رکرنے، دخول اسلام سے پہلے کی تہذیب، رسوم و روایات، عائلی قانون، بربری عرف و ردوائج کو زندہ کرنے اور اپنی قدیم بربری زبان کو عربی کے بال مقابل خط و کتابت، تصنیف و تالیف کی زبان بنانے اور اس کے لئے نیارسم الخط اختیار کرنے کی دعوت دی جو گویا بربروں کو اسلام سے کاٹتے اور عربوں سے جدا کرنے کی ایک ایسی تدبیر تھی جس میں بربروں کے لئے جادو کا لائز تھا، وہ اس مقصد کے لئے بعض سرکار پرست ارکان حکومت کی مدد سے "الظہیر^{للہ} البربری" کے جاری کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ وہ فتنہ عالم آشوب تھا جس کی مثال مغربی استعمار کی تاریخ میں بھی ملنی شکل ہے یہ عربوں اور بربروں دونوں کی غیرت و ذہانت کا نازک امتحان تھا اور اسی پر اس ملک میں اسلام کے مستقبل کا انحصار، یہ میرے طالب علی کے آخری دور و شور کا واقعہ ہے، مجھے یاد ہے کہ عربی کے وہ اخبارات جو مسلمانوں کے جزو تھے کی ترجمانی کرتے تھے اور جن میں مصر کا الفتح پیش پیش تھا۔ ان مصاہین سے پرہوتے تھے جن میں اس پر سخت بے چیزی اور لسوں کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی موقع پر جامعۃ القریبین

مغرب میں شاہی فران کو الظہیر کہتے ہیں۔

نے رہنمائی اور پوری قوم کو ملک کی ہر مسجد و مدرسے میں ایک وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی جس کے الفاظ ناطق تھے۔

بالطیف الطفت سنا فیما جرت به المقادیر

ولاتفرق بیننا و بین اخواننا البرابر

دیکھتے دیکھتے یہ وظیفہ ہر ایک کے ورزیاں ہو گیا، سارے ملک میں اضطراب و اضطراب ای ایش اور دعا و ایتمال کی ایک ہر دوڑگئی، فرانس کا سحر سامنے ٹوٹ گیا۔ بربادوں نے اس دام ہم نگ زمین کا شکار ہونے سے انکار کر دیا، ان کی اسلام اور اس کی تہذیب سے وفاواری میں کوئی فرق نہیں آیا اور فرانسیسی حکمت عملی ناکام رہی۔

مرکش اور فاس بار بار دارالسلطنت بنتے رہے، اس وقت وہ سیاسی دارالسلطنت تو نہیں ہے لیکن علی وروحانی دارالسلطنت خود رہے۔ یہیں سید ہی اور یہیں اثنانی بانی فاس کا مزار ہے جو زاویہ مولای اور یہیں کے نام سے مشہور ہے (یہاں حنفی سادات کو مولانا کے لفظ سے یاد کرتے ہیں) ان کے علاوہ سید عبدالعزیز الدباغ، شیخ عبدالقدیر القادر الفارسی اور کثیر التعداد علماء و اولیاء کے مزارات ہیں۔

ہم لوگ سیدھے الحاج مصطفیٰ بن ہاشم کی کوٹھی پر پہونچے جو شہر کے باہر ایک فضامقام پر ہے وہی شیخ تقی الدین الہلائی بھی قیم تھے، دیرتک ان سے مجلس رہی جس میں لکھنؤ کی یادیں تازہ ہوئیں اور نندوۃ العلما کے زمانہ قیام کے حالات و واقعات کا تذکرہ رہا۔ کچھ دیر آرام کے بعد ہم لوگ جامعۃ القردوین (جدید) کی سیر کئے نکلے۔ اب اس قدیم جامعۃ القردوین کے نام سے جو سلسلے جامعۃ القردوین ہی میں تھی، ایک نئی یونیورسٹی کا قیام ہو گیا ہے۔ اب وہ قدیم جامعۃ صرف ہمار وزیرات کے لئے رہ گئی ہے۔ یونیورسٹی کی عمارت جو ابھی مکمل نہیں ہوتی شاندار اور ایک فوجی بارکے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ ہم پہلے کلیتہ الاداب میں گئے دہان پہلے ڈاکٹر عبدالسلام www.abtulhasanhalinadwi.org

الہر اس سے ملاقاتات ہوئی جو کلیت کے لائق استاذ اسلامی ذہن رکھنے والے ادبیں نہیں
ذہین، خوش تقریر، مطالعہ کرنے والے فاضل ہیں۔ ہمارے ان کے تعارف کا ذریعہ
وہی ماذخر العالم..... کی تصنیف تھی جس کا مطالعہ انھوں نے اس کے شانے ہونے کے
بعد ہی کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اس دور میں کہا کرتے تھے کہ اس کو پڑھا لکھا آدمی نہیں
سمھنا چاہے جس نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ کلیتہ الاداب کو یونیورسٹیوں کی منگری
قیادت میں اب تقریباً وہی مقام حاصل ہے جو قدیم زمانہ میں شعبۂ فلسفة اور بیسوی صدی
کے اوائل میں سائنس کے شعبۂ کو حاصل تھا اب اسی کے صحیح و غلط رُخ اور اساتذہ کی
اسلام پسندی، اسلام پیزاری پر ذہین نوجوانوں کی سیرت سازی اور ذہنی صورت گری
کا انھصار ہے اور مولانا رودم کے اس حکیمانہ شعر کی حقیقت اسی شعبۂ یہاں سمجھے ہیں آتی ہے۔

ہرچہ گرد علّت علّت شود

کفر گرد علّت علّت شود

اس نے اس شعبۂ میں، لائق، صحیح الفکر اساتذہ کی موجودگی بڑی
اہمیت رکھتی ہے اور اس لحاظ سے کہ ڈاکٹر عبد اللہ سلّام الہر اس کا (جو صاحب ادب اور
صاحب اقتدار کے پروش داعی ہیں) وجود بہت غینیت معلوم ہوتا ہے، انھوں نے ہماری
ملقاتات کلیتہ الاداب کے پرنسپل ڈاکٹر محمود تازی سے کرانی، کچھ دریان سے ادب کے
مفہوم سے اور اس کے حدود پر گفتگو ہوتی رہی۔

وہاں سے ہم لوگ کلیۃ الشریعہ میں آئے اس کے عیید (زینپل)

مولائی عبد الواحد العلوی سے ملاقاتات کی۔ وہ دیر تک بڑی طلاقت سانی سے گفتگو

کرتے رہے۔ وہاں اچانک ڈاکٹر صاحب الاسترش سے ملاقاتات میں - میں www.abulhasanalinadwi.org میں جب

مشق یونیورسٹی کی دعوت پر محاضرات کے لئے گیا تھا تو وہ اس وقت وہاں ادب و

نحو کے بڑے اساتذہ میں تھے، وہ اپچھے صاحب نظر، صاحب ذوق ادبیں و فاضل اسٹا

دیر تک دشمن کے خوشنگوار دنوں کی یاددازہ کی جو ہر چیزیت سے بہتر و مبارک تھے ہم لوگ (ایک دوسرے سے مل کر) بہت خوش ہوتے۔

یہاں سے ہم نے جانے والے قردوں کا رُخ کیا۔ جو قدیم شہر میں واقع ہے۔ یہاں پرانے تردن کی پوری جھلک نظر آئی اور اس کی گلیوں سے وہ بوئے اس آئی جو جدید شہر میں مفقود ہے اور جواب بھی عطبریز اور دلاؤز ہے۔ پھر کے فرش کی تیگ گلیاں جن میں بارش ہو جانے کی وجہ سے بہت احتیاط سے چلن پڑتا ہے، ان گلیوں میں ہم کو ایسا محکوم ہوتا تھا کہ ہم لکھنوا اور حیدر آباد کے پرانے محلوں سے گزر رہے ہیں کہیں رنگ ریزوں کا بازار "سوق الصَّبَأْ غینِ تھما اور کہیں تانبے کے برتن اور سامان بنانے والوں کا بازار" سوق النحاسین "گدھا، یہاں عام ذریعہ حمل و نقل ہے جو بے تکلف سیڑھیوں پر چڑھتا چلا جاتا ہے، ایک گلی کے دہانے پر ایک تعمید لکھنے والے اور جادو ٹولکا کرنے والے صاحب مصروف کار تھے۔

ہم لوگ قردوں کے کتب خانہ میں گئے یہاں تیس ہزار مطبوعہ کتابیں اور چھ ہزار مخطوطات ہیں، اتنا مختصر وقت تو اس عظیم کتب خانہ کو دیکھنے کے لئے قطعاً کافی نہ تھا اس کے لئے تو کئی ہفتے چاہئے تھے۔ لیکن "مَالَيْدُ دَلَكَ كَلَهُ لَائِيْرَلَكَ كَلَهُ" پر عمل کرتے ہوئے ہم نے اس کے فاضل مہتمم شیخ محمد سعید الفارسی کی گجراتی میں جو ہمارے مُترجم مرحوم دوست زیم مغرب، استاذ علال الفارسی کے ابن عم ہیں اس کتب خانہ کے مخطوطات دلوار پر ایک عاجلانہ نظر ڈالی، مغرب میں ہر صفت کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس کی کتاب اس کتب خانہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرے جو علماء مغرب کا مرکز توجہ تھا۔ جن کتابوں کو ہم جلدی میں دیکھ سکے، ان میں اللہ ولی کی دو جلدیوں میں مؤطلہ کی شرح دیکھی جو ہر کتاب کی کھال (رق) پر لکھی گئی ہے اور واحد مخطوطہ ہے۔ دسوی صدی کے اوآخر کا ایک مخطوطہ ساعد بغدادی کی کتاب "الفصوص فی اللّغة" اس کے صرف

دونسے مغرب میں ہیں۔ ہر دوی کی کتاب "كتاب الفريبيين" ویکھی جو غریب القرآن اور غریب الحديث پر مشتمل ہے۔ یہ آنکھوں صدی کا مخطوطہ ہے۔ سلطان مغرب یعقوب المینی کی والدہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید دیکھا جو آنکھوں صدی کا مخطوطہ ہے۔ اس میں ہر پارے میں دو جزو ہیں۔ ابن الحزم المرادی کی کتاب "تنبیہة اللاتام" کی زیارت کی، اس میں اس بات کا القسم کیا گیا ہے کہ اسم پاک "الله" اور اسم گرامی محمد کو ہر جگہ سونے کے پانی سے لکھا گیا ہے۔ قدیم ترین مخطوطات میں مدونہ کا قدیم نسخہ پانچوں صدی کا مخطوطہ ہے اور کتاب الجیل کا عربی ترجمہ چھٹی صدی کا مخطوطہ ہے۔ مصنفوں کی ہاتھوں لکھی ہوئی کتابوں میں حسی بن یقظان کے مصنف ابن طفیل کافی طب میں ایک منظومہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مقدمہ ابن خلدون کا ایک نسخہ جس پر حوشی خود ابن خلدون کے قلم سے ہے اور اس میں کچھ اضافے بھی ہیں، عام جیا ہے کہ سیرت ابن رستہ اُنستھیاق کا نسخہ مفقود ہے لیکن یہ رسان اس کا ایک مخطوطہ دیکھا، ندرت و غوابت کے لحاظ سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ جد ابن رشد کی فہمائی میں ایک کتاب البيان و التصیل دیکھی جو ہرن کی کھال پر لکھی گئی ہے۔ کتاب میں تین سو ستر صفات ہیں، ہر صفحہ میں ایک ہی ہرن کی کھال استعمال ہوئی ہے جو اس کے بازو پر سے آتی جاتی ہے اس طرح اس کتاب کی کتابت ہیں۔ ۳۰ ہرن کام آئے اور بقول ایک رفیق کہ اس وقت جنگل کا جنگل ہرنوں سے خالی ہو گیا۔ اس سے علماء قدیم کے علمی شفعت اور علم کی قدر دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتب خانہ سے اس طرح سے نکلا کہ دماغ دول نوادر کے اس خزانے سے

متاثر تھے ہم نے جامع القراءین کا رخ کیا، مسجد کے اندر ورنی والاں و صحن میں گئے جہاں www.abulhasanalinadwi.org چپہ چپ پر علماء نامدار درس و نذر میں کامنگاہ کرم کئے رہتے تھے اور پوری مسجد تعالیٰ اللہ و قال الرسول کی صدائے گنجی اور یہاں علم و تحقیق کے دریا بہتے، آج یہاں بالکل سنٹا تھا اور اردو شاعر کے یہ دو شعر بالکل حسب حال تھے۔

چن کے تخت پر جس دم شہر گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلیں تھیں باغ میں یک سورج حاصل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی نتھا جز خار کچھ باتی
بتاتا با غباں رورو یہاں غپو یہاں گل تھا

بالاخانہ پر بھی گئے اور دھوپ لکھی دیکھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس
مسجد کے قبلہ میں کچھ اخراج ہے اور لوگوں نے اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے۔
یہاں سے فارغ ہو کر اور سینہ پر داروغہ کر اپنے میزان الحاج مصطفیٰ
فلالی کے یہاں واپس ہوتے۔ کھانا کھایا HOLYDAY ہوٹل میں قیام تھا
وہاں آرام کیا۔ بعد نماز مغرب ڈاکٹر الہر اسن کے مکان پر چاٹے تھی۔ وہیں کلیتہ الاداب
کے درسے استاد شاہد بوشی میں ملاقات ہوتی، یہ بڑے کام کے آدمی معلوم ہوتے ہیں
تبیینی جماعت سے ماؤس اور اس کی رفاقت کرچکے ہیں، صحیح الفکر بنیاد نوجوان ہیں، حاجی
مصطفیٰ کے مکان میں راست کا کھانا کھایا اور ہوٹل واپس ہوتے۔

افران کی سیمیر امی یونیورسٹی

صحیح کانا شہر ڈاکٹر الہر اسن کے مکان پر تھا، وہیں مولائی مصطفیٰ علوی جو
دارالحدیث الحسینیہ ربانی کے عید (پرنسپل) ہیں اور مجلس اعلیٰ الجماعت الاسلامیہ مدینہ منورہ
کے رکن ہونے کی وجہ سے ان www.abutulhaasanahfadwaj.org پر تشریف
لائیے۔ بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔ انہوں نے افران کی سیر کی دعوت دی، جو مزب کا
گویا کشیر ہے، ساری ٹھیں نوبجے روائی ہوئی مکناس میں تھوڑی دیر ہلائی صاحب کے مکان
پر صحبت رہی کچھ دیر تیس مجلس علماء کے مکان پر ٹھہر تے ہوئے افران کے لئے روائی ہوتے۔

سادار استہ خوبصورت، قدرتی مناظر سے مسحور تھا، نظر کے وقت ہوٹل میں پہنچے جو نہایت شاندار اور خوش منظر ہے، وہاں ان طلباء کے وفد کا انتظار رہا جو جدہ سے ہمسفر تھے اور بعض قابل دید مقامات کی سیر کرتے ہوئے یہاں ان کو دوپھر کا لھان کھانا تھا، ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے اور وہ حضرات آگئے ہماری نشست شیخ محمد الغزالی کے پہلو میں تھی، لطف صحبت اور لطف طعام نے کام و دھن اور ذہن و دماغ دونوں کی ضیافت کی، شعرا کا منتخب کلام پڑھا جاتا رہا جس میں شیخ محمد الغزالی نے نمایاں حصہ لیا، کھانے کے بعد بیات کو روانگی ہوئی مغرب سے آؤ ہد گھنٹہ پہلے زیباط پہنچ گئے، () ہمین ہوٹل میں قیام ہوا۔

دارالسلطنت دیوبیاط میں امیری دو شنبہ

آج "دارالسلطنت" دیوبیاط "میں قیام کا پہلا دن ہے، اس شہر کی بنیاد پڑی مبارک تقویب میں پڑی تھی، اس وقت مسلمانوں کا ستارہ اقبال اپنے پورے عروج پر تھا وہ جس چیز کو ہاتھ لگاتے تھے اس میں کامیابی ہوتی تھی "ذلائقہ" کی جنگ (۱۳۶۹ء) کے بعد جس میں امیر المسیلین یوسف بن شاشین بانی سلطنت مرابطین کے ہاتھوں انہیں کے عیسائیوں کو ہجبار بار اشبيلیہ اور قرطبه کی عرب اسلامی حکومتوں پر حملہ کرتے تھے شکست فاش اٹھانی پڑی اور اس کے نتیجہ میں سوبرس تک انہیں میں اسلامی اقتدار کو استحکام حاصل ہو گیا لیکن طیبلہ (TOLADDO) کی عیسائی حکومت جوانہ س سے مسلمانوں کے اخراج کے درپے تھی، کادبا و بڑھکی www.abuhasanahlinadwi.org (جو مسلمانوں کی پرانی بیماری ہے) اور دشمن کی طاقت اور اس کے عوام سے غفلت نے بچے کچے اسلامی اقتدار کو پھر ایک مرتبہ موت و حیات کے دورا ہے پر لاکھڑا کیا، ایسے نازک

وقت میں اندری مسلمانوں اور حکام کو مغرب تھی کی جوان سال، حوصلہ مند اور طاقتور حکومتوں
ہی سے سہارا مل سکتا تھا اور وہ عین وقت پران کوموت کے منہ سے نکال لیتی تھیں جبکہ
حمدی ہجری کے آخر میں ایسا ہی ایک فیصلہ کرن مرحلہ پیش آیا، طیطلہ کے عیسائی حاکم الفونس
نے ہمیشہ کے لئے اسلامی حکومت کا چراغ نکل کر دینا چاہا اس وقت شمالی مغربی افریقہ میں
وہ حدیں کی طاقت در حکومت قائم تھی جس کاداعی محدث تومرت (اوجیقی)
بانی عبد المؤمن بن علی (۵۵۸) تھا جو بربادی الشمل تھا اور جس کا سکر برقد و طرابلس سے
لے کر طنجہ اور طوان یعنی بحر اطلس کے ساحل تک رواں تھا اور اس پورے وسیع رقبہ میں
انھیں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، جس وقت کی ہم بات کہ رہے ہیں اس وقت عبد المؤمن
کا پوتا ابو یوسف یعقوب المنصور (۵۵۳-۵۵۹) مسند خلافت و حکومت پر ملکن تھا یہ
شہاب الدین غوری کا معاصر ہے الفونس کے حوصلہ اتنے پڑھ گئے تھے کہ اسے یعقوب
المنصور کو خود عربی میں خطاب کھوایا جس میں صاف صاف حملہ کی دھمکی اور یہ نظر یہ جملہ تھا کہ اگر
تم سندر عبور کر کے یہاں نہیں آسکتے تو ہم خود تمہاری تواضع کے لئے آتے ہیں۔ خاندان موحدین
کے اس مؤمن (بنیہ عبد المؤمن) سلطان نے خط کی پشت پر یہ آیت لکھ دی جو حضرت مسیح
علیہ السلام نے ملکہ سبیا کو لکھی تھی "اجْعِمُ إِلَيْهِمْ فَلَنَا تِينَهُمْ بِجَنُودِ لَا قِبْلَ لَهُمْ لَا خِرْجَةُمْ
مِنْهَا أَذْلَلَةُ وَهُمْ صَاغِرُونَ" اسی کے ساتھ یہ جملہ بھی لکھ دیا "الجواب ماتری لاما تسع
(اس کا جو کچھ جواب ہے تم انھوں سے دیکھ لو گے پیغام کی ضرورت نہیں) یہ وہ جملہ ہے
جو خلیفہ معتضم نے بازنطینی سلطان کے خط کے جواب میں لکھا تھا، اسے اپنی پوری ملکت
میں اسلامی جوش کو مجتیح ہونے کا حکم وَإِنَّ الْأَنْتَ لَكُمْ شَرِيكٌ لَا يُؤْخَذُ بِمَا لَا يَعْلَمُ کیا۔ شعبان
۹۱ھ میں مر جاحدید (ہسپانیا) کے میدان میں اسلامی عیسائی افواج کا سامنا ہوا۔
یعقوب المنصور نے الفونس کو ایسی شکست دی جو برسوں تک اپسین میں ضرب المثل ہی
اور ہندوستان میں پانی پت کے آخری جنگ سے بہت مائلت رکھتی ہے سلطان یعقوب

نے جب اپسین سے فاتحانہ مراجعت کی ہے تو اس کے جلو میں چالیس ہزار اسیر ان چنگ، ایک لاکھ چار ہزار گھوڑے، چار لاکھ گدھے ساٹھ ہزارہ اور پیاس ہزار چھوٹ داریوں کا مال غنیمت تھا، شکرانے میں اس نے شرباٹ کی بنیاد رکھی، اس عظیم الشان نصرت و کامیابی کی یادگار میں اس کا نام ربانا لفظ تجویز کیا، یہ ساحل سمندر پر "سلا" نام کی تاریخی میٹر کے شہر کے نہاد میں واقع ہے۔ اولوالعزم سلطان نے اس کو اسکندریہ کی منصوبہ بندی اور فوجی استحکام کے نمونے پر دریافت "سلا" کے کنارے جانب قبلہ آباد کیا۔

صحیح ناشر شریعت کے بعد طبیعت میں تقاضا پیدا ہوا کہ میں اس ملک کے ماضیٰ حال کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان تازہ ترین تجربات کی روشنی میں جو اسلامی ملکوں کے بارے میں اپنی طویل سیاست کے دوران حاصل ہوتے ہیں، اپنے تاثرات تلمذ کر دیں، جن عرب ملکوں میں گیا، ملک اور اہل ملک کو مقابلہ کرنے کا موقع ملا اور اسی یاصحر، آسمان یا سوریت، اکرمی یا زہرۃ الصحراء (الکویت) اکرمی یا ایران کے عنوان سے مشتمل و مقالات تیار ہو گئے یہ گیا اس ملک کے نام پر یام بھی تھا اور وطن و اہل وطن کے لئے سونقات بھی۔ اب مغرب اقصیٰ کی باری تھی جہاں اس وقت پہنچنا ہوا جب اقتاب عمر خودا کی مغرب ہے "چنانچہ" "مَنْعِنُ الْأَنَّ فِي الْمَغْرِبِ" کے عنوان سے آج میں نے ایک مضمون کی ابتداء کردی کہ کل سے موتمر کی صرف دنیا شروع ہو جائیں گی معلوم نہیں لیکن کا وقت مل سکے گا یا نہیں، دن کا بڑا حصہ اس میں گزرا۔ اکا دکا لوگ بھی آتے رہے۔ عزیزی ظہور السلام ندوی کی موجودگی سے جو موتمر کے استقلامات میں بھی رضا کارانہ حصہ لے رہے ہیں یہی مدد و رہی ہے۔

۵ بیک شام کو جمعیۃ الحمد علی اللہ علیہ السلام کا abulhasanainhatwi.org
موتمر کے ہمانوں سے ملنے اور ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے ان کی قیامگاہ، ہلٹن ہوٹل میں تشریف لائے۔ استاذ حمَّد الفاسِی اس ملک کی ایک بڑی باوقاً شخصیت ہیں وہ پہلے جامِ عدَد محمد الخامِس کے واَسِ چانسلر اور وزیر الثقافہ والتعلیم الاعلی بھی رہ چکے ہیں۔

ابی یونسکو "اللجنۃ الوطنیۃ" کے صدر اور اس کی اللجنۃ الدولیۃ میں مغرب کے نمائندہ ہیں وہ جمیع اللغۃ العربیۃ قاہرہ کے بھی ممبر ہیں اور ان کو جلالۃ الملک حسن ثانی کے استاذ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، اس وقت متعدد مالک کے نمائندے آگئے، ان سب سے اجتماعی ملاقات ہوتی اور دیر تک اخلاقی و علمی گفتگو ہوتی رہتی۔

۴ بنجے دار الحدیث الحسینیہ کا پروگرام تھا، متفقہ مہمان اس میں شرکیہ ہوتے دار الحدیث الحسینیہ کی عمارت جو ایک سال خیر مسلمان کی وقفت کی ہوتی ہے گھوم پھر کردیجھی کتب خانہ پر نظرڈالی۔ افسوس ہے کہ اس موقع پر محبت گرامی الاستاذ فخر بہار الدین الامیری (سابق سفیر شام معینہ پاکستان) جو کئی سال سے اس ادارے میں پروفیسر کی خدمت انجام دے رہا ہے اسیں اس وقت ربات بیس موجود نہیں ہیں جس کا ان کو بھی شدید قلق ہے اور مجھے اس کی اور محرومی کا بشدت احساس، اس منحصر صحبت کے بعد ہم ہو ٹول وائپس ہوتے۔

۵ بنجے شام کو استاذ ابو بکر القادری مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور ہر ٹپے پر تپاک طریقہ پر ملے۔ ٹپے تعلق و مناسبت کا اظہار کیا، وہ مغرب کی نمایاں ترین اسلامی شخصیتوں میں سے ہیں، استاذ علال الفاسی کی سیاستی پارٹی حرب الاستقلال کی مجلس عاملہ کے رکن جمعیۃ شباب النہضۃ الاسلامیۃ کے صدر اور مجلہ الایمان کے بدیر ہیں موجود استاذ علال فاسی کے ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل سے وہی سب سے زیادہ ڈپیٹی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان سے یہی ملاقات ۱۹۴۵ء میں رابطہ عالم اسلامی، کو تو تمہیں ہوتی تھی اور ہم دونوں نے ایک کمیٹی میں کام بھی کیا تھا۔ ان سے مل کر ہر ٹپی خوشی ہوتی اور ہر ٹپی مناسبت و اتحاد خیال کا احساس ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

رات کو ڈاکٹر عبدالحسین خطیب نے اپنے مکان پر مدح عکیسا تھا۔ ڈاکٹر

عبدالکریم خطیب بھی اس ملک کی ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں وہ اپنے پیشہ کے لحاظ سے میڈیسین کے ڈاکٹر اور سرجن ہیں لیکن اعلیٰ علمی ذوق اور اسلامی ذمکنی مسائل سے گہری

دھپی رکھتے ہیں کسی گذشتہ حکومت میں وزیر بھی رہ چکے ہیں، اس وقت ایک سیاسی پارٹی الحزب الدستور الدینیق اٹی کے صدر ہیں مہاںوں کی ایک منفرد اور مدد و تعداد تھی لیکن سب نہایت چیزوں اور متاز خضرات تھے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر مہدی نجود تھے یہ کچھ عرصہ پہلے داشتگان میں مغرب کے سفیر تھے ان کا شمار مغرب کے متاز اسلامی مفکرین میں کیا جاتا ہے، تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلامی انکار کی دعوت دینے یہیں ان کا فاصل حصہ ہے۔ یہ بھی اگرچہ میڈیں کے ڈاکٹر ہیں لیکن اسی کے ساتھ رباط کے کلیۃ الاداب میں علم النفس (سائیکالوجی) کے پروفیسر بھی ہیں، دوسرے متاز ہمہان ڈاکٹر دشداں تھے، یہ اصلاحی ہیں اور اس وقت کلیۃ الاداب رباط میں علم الاجتماع (سوشویالوجی) کے استاذ ہیں، فرنچ میں فلسفہ کی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، فرانس کی علمی اکیڈمی کے امداد ہیں، اسی سال ان کا نام بھی نوبل پرائز کے لئے پیش کیا گیا ہے، تیسرا ہمہان ڈاکٹر ٹھبی صالح تھے جو متعدد کتابوں کے مصنف اور متاز لبنانی عالم ہیں ان سے میری پہلی ملاقات شیخ حسن خالد مفتی جمہوریہ لبنان کے دولت خانہ پر روابط عالم اسلامی کے دفتر کے دورے کے موقع پر ۱۹۶۳ء میں ہوئی اور انھیں نے اس جاہ میں تعارفی اور خیر مقدمی تقریر کی تھی جو روابط کے دفتر کے اعزاز میں منعقد کیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ استاذ ابو جکر قادری جن کا ذکر گزر چکا ہے اور ایک بڑے سوڈانی تاجر تھے جو اسلامی تحریکات میں کمیاب حصہ لیتے ہیں اور طویل عمر میں ان کا یہاں قیام ہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم خطیب کامکان اندسی طرز تعمیر اور تدان کا بہترین نمونہ تھا، آرٹش دروڑشی کا ہی طریقہ، مزیک و نقاشی کا وہی نمونہ جو ہمیں تصویریوں میں نظر نہ آتا ہے اور جس کو میں نے انہوں (غناہیک) کے الاؤں اور علیہ اتنا سہی www.abdulkarimhasanalmadwi.org کا تھا حقیقت میں مغرب اپنی اور اسلامی اندس کا تمدن مشترک ہے اس لئے کہ وہ ایک ہی نسل اور اس کے ذوق نفاست و جالیاتی رجحان کی پیداوار ہے اور اس میں برابر تباول ہوتا رہا ہے مغرب اپنی کے ہی سلمان تھے جو اپسین گئے پھر جب اپسین سے مسلمانوں کا انخلاء ہوا تو

اندیشی مسلمان عرب اسی ملک میں پناہ گزیں ہوئے، وہ قدرتی طور پر اپنے ساتھ اپنا تمدن اپناؤں اور اپنی معاشرت بھی لائے اور صدیوں تک انھوں نے اس کو سینہ سے لگاتے رکھا۔
یہ دناؤں دھارے جو پہلے بھی بیگانہ تھے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

کھانے پر گفتگو کا سلسہ شروع ہوا، موضوع یہ تھا کہ کیا واقعی صحابہ کرام میں حضرت غوثانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں وہ اختلافات رونما ہوئے اور انھوں نے خانہ جنگی کی شکل اختیار کی جن کو تاریخ نے بڑی بھیانک شکل میں پیش کیا ہے اور جن سے ایک خالی الذہن اور می جو صحبت نبوی کی کیمیاگری اور اسلام کی انقلاب آفرینی کی صحیح قدر و قیمت سے واقف نہیں ہے یہ تبیر نکال سکتا ہے کہ بشیریت کے تقاضے سے ان میں نفسانیت کام کرو ہی تھی اور وہ اس بلند اخلاقی معیار پر باقی نہیں رہے تھے جن پر مرتب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ کر گئے تھے حیرت کی بات یہ ہے کہ دشمنی فکار جو ایک حدیث تعلیم یا نظر فاضل اور علم الاجتہاد کے پروفیسر ہیں بڑی طاقت اور طاقت سے اس کی وکالت کر رہے کہ تاریخ نے ان واقعات کے پیش کرنے میں رنگ آئی ہی اور مبالغہ سے کام لیا ہے یہ سب صحابہ اسی بلندی و اخلاقی سطح پر تھا کہ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیار کیا تھا جو کچھ پیش آیا وہ زندگی کی وقت درتی علامت تھی جس سے کوئی زندہ انسانی معاشرہ (اگر وہ صنوعی نہیں ہے) خالی نہیں رہ سکتا ان سب بالوں کے معقول وجوہ منطق اسباب موجود ہیں اور وہ مخفید تاریخ کے حال ہیں، اگر صحابہ کرام نفسانیت کا شکار ہوئے تو دنیا کا کوئی معاشرہ و مثالی معاشرہ کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ذاکر حبیحی صاحب اس پر زور دیتے تھے کہ تاریخی واقعات کا انکسار شکل ہے، یہ سب بشیریت کے تقاضہ تھے پیداوار ہوا ایسی تاریخ کو غلط انگلی میں پیش نہیں کرنا چاہا ہے، دعوت سے فارغ ہو کر ہول آئے اور امام کیا۔

مودودی کا آغاز - میری تقریر اور دن کی مصروفیتیں

۱۱۔ مئی سماشنبہ

سالانہ دس بیجے موتکم کا آغاز ہوا، وزیر تعلیم عالیٰ -

استاد عبداللطیف بنعبدالجلیل نے اپنی تقریر سے

اس کا افتتاح کیا جس میں ہمانوں کا خیر قدم اور موتکم کے مقاصد کو سراہا، ان کی تقریر کے بعد فاضل صدر استاذ حمید النواسی کی عالمانہ تقریر ہوئی صدر کے ایمار سے ہمانوں میں سے پانچ نمائندوں نے تقریر کی ان میں سے ایک راتم سطور بھی تھا۔

یہی نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا کہ اس وقت مجھے اس رابطہ عالم

اسلامی کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے جس کے صدر مقام سے ایک پرتاب پر کے ناصد پر ۲۵ فارہرا واقع ہے جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی، یہ بات ہر صاحب نظر و صاحب فکر کو دعوت فرمدی ہے کہ اس پہلی وحی میں بھی نہ صرف یہ کہ علم کی عظمت اور ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے سب سے بڑے نمائندہ و فناوار خاموں کو بھی فراموش نہیں کیا گیا جس سے علم کی قسمت ہمیشہ کے لئے وابستہ کردی گئی ہے افتراض
کہ بَكُثُرُ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلِمَ بِالْقَلْمَنْ عَلِمَ إِلَانْسَانٌ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

یہی نے کہا کہ تاریخ کا یہ ایک عجیب و غریب مہم ہے کہ عالم انسان کی سب سے اولیٰ تحریک اور نوسع انسانی کی سب سے بڑی تصنیفی سرگرمی کا سرچشمہ ایک ایسے بنی کی بہوت بے جو خواہی (نامخواہ) تھا، اس ایسے سے اس علیمت اور خدمت علم کا طہور جس کا پیکر اور اہم بریه امتت رہی ہے تاریخ کا ایک ایسا سوال ہے جواب بھی عقولاً عالم اور فلسفہ تاریخ کو ہر سوچ سے سوال دجواب چاہتا ہے، ایران کے عارف شاعر شیخ سعدی کہا تھا سے
تیئے کہ ناکرده نہ سر آن درست یہ کتب خانہ چند ملکت بخشست

لیکن اس شرے سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ یہ مجہہ مخفف سلبی تھا اس نے پرانے کتابی ذخیرہ اور علی اندوختہ پر ہونہ صرف یہ کہ اپنی افادیت کھو چکا تھا، بلکہ اکثر اوقات رہبری کے بجائے ہر ہنگامہ کی خدمت انہم دیتا تھا۔ خط شیخ پھیر دیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مجہہ جتنا سلبی تھا اس سے زیادہ ایجادی اور تحریری تھا، اس نے اگرچہ کتابی ذخیروں پر خط شیخ پھیرا، تو انسانیت کو اس سے کہیں زیادہ عنیمی و سمعیت کتب خانے عطا کئے جن کی نظیر کسی اہم تر کی تاریخ میں نہیں ملتی اس کے بعد یہیں نے کہا کہ نبوت محمدی نے علوم کی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا اس کے دو بڑے مظہر ہیں، اس کے انقلابی کردار کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسانی علوم علیہ رہ عالمہ اکائیوں (S/W/U) میں تقسیم تھے، ہر علم بجائے خود ایک وحدت اور اکائی تھا، یہ اکائیاں سے صرف ایک دوسرے سے بیگانہ اور ناآشنا تھیں، بلکہ اکثر اوقات باہم متصادوم اور متنادی تھیں ان میں آپس میں کوئی تعاون و اشتراک نہ تھا وہ الگ الگ منزوں اور نشانجہ تک پہنچاتی تھیں، ان کے درمیان کوئی رشتہ وحدت نہ تھا، فلسفہ، ادب، علم الاخلاق ریاضیات سب کی دنیا الگ تھی، وہ خالق کائنات کی طرف رہبری کرنے، اس ذات و صفات کا صحیح علم بٹا کرنے، کائنات کی خلقت کے پچھے جو مقصود کام کر رہا ہے، انسانی زندگی کی قدر و قیمت، نظام عالم میں ارادہ الہی کی جو وحدت کام کر رہی ہے، اس کے ادراک اور زندگی و اخلاق کو صحیح راستہ پر ڈالنے کا جذبہ پیدا کرنے سے قاصر تھے، محدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و تعلیمات نے ان سب مشترک اکائیوں کو ایک رشتہ وحدت میں پروردیا۔ ان کو ایک دوسرے کا مرد و معاون اور سفرتی صحیح کا موثر فریضہ بنا دیا "اللَّذِينَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبُّهُمَا مَا خَلَقَ هُنَّ أَبْيَاطًا لَا يَصْبَرُونَ" www.abuhasanahhadwi.org

علم کے سیدان میں نبوت محمدی کا دوست را کارنا میری ہے کہ علم سے اشتغال کرنے والے، عمل زندگی سے کنارہ کش، بگڑے ہوئے حالات و فساد کی طائفتوں سے پنجاب آزمائی کرنے سے ہر انسان، اپنی بنائی ہوئی خیالی دنیا میں گھن، علم و تحقیق، تصنیف و تالیف، شعر و شاعری

اور فلسفیانہ موشگانیوں سے اپنا دل بھلا رہتے تھے، بوت محدثی نے ان کو اس ذہنی بصار سے باہر نکالا ان کے کاموں پر ام بالمعترض، نہیں عن المسکرا اور احتساب کائنات کی ذمہ داری ڈالی ان کو بیٹھ گئے ہوئے حالات سے پنج آزمائی پر مامور کیا اور ان کو علی زندگی کے میدان میں نکالا اسی کا نتیجہ تھا کہ ان دانشگاہوں کا ہو علوم بتوت کی صحیح بنیادوں پر قائم ہوئی تھیں اور ان کے نظلام کا بھاپنے کو نہیں ابھیار سمجھتے تھے، زندگی سے رشتہ ہمیشہ استوار رہا۔ وہ زندگی کے روای دوال دریا کے ساحل پر کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے والے لیں میں نہ تھے بلکہ اس بندھاریں کو دکر ڈوبنے والوں کو بچانے والے اور طوفان کا مقابلہ کرنے والوں میں تھے، اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ علماء نے اکثر حالات میں نہ صرف یہ کہ جنگ آزادی، انتخلاص وطن کی جدوجہد کا ساتھ دیا، بلکہ اس کی قیادت و رہنمائی کی، مغرب میں آپ کا جماعت القرآن میں اور جماعت الزینۃ مصروف جماعت اذھر اور ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور تکفۃ العلماء اس کی اُنڈہ مشائیں ہیں۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یہ ادارہ تنظیم جس کی سالانہ کافرنس کے موقع پر ہم آئیں ہوئے ہیں ایک اہم مقصد کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی ہے میر ابو حضیر سے خیال ہے کہ مسلمان ملکوں کی قیست کافی صلة اور مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کی اسلام سے واپسی اور نالتگی کافی صلة سیاسی میدان میں نہیں ہو گا، حقیقتاً تعلیم کے میدان میں ہو گا اور اس میں قدرتی سیاسی پارٹیوں سے زیادہ اسلامی دانشگاہیں اور یونیورسٹیاں عوثر دل ادا کر سکتی ہیں اس لئے ہماری جمیعتہ بری اہمیت کی حاصل ہے اور بری مفید اور بیش قیمت خدمت انجام دے سکتی ہے۔ ۱۷

۱۷ جس وقت تقریر کا خلاصہ لکھا نے کا ارادہ کیا گیا اس کی کوئی یادداشت موجود نہ تھی، ذہن میں صرف اسکے اہم تھوڑے اور بنیادی خیالات تھے، تو ذہن کو اپنا کام کرنے اور ان نقاط کو جو اس تقریر میں آئے تھے زیادہ اجاگر کرنے سے روکا نہیں گیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اردو کے قالب میں یہ تقریر زیادہ طاقت در اور زیادہ مرتب ہو گئی۔
لبقیہ طاشیہ ۲۰ پر

ان تقریروں پر اس پہلی نشست کا اختتام ہو گیا، چار بجے موتمر کا دوسرا الجلاس شروع ہوا جس میں استاذ محمد الفاسقی کا بیکھیت صدر، استاذ محمد البشیر کا بیکھیت سکریٹری اور داکٹر عبداللہ الترک وائس چانسلر جامعۃ الاسلام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض کا بیکھیت کونیٹ کانفرنس انٹخاب ہوا۔ داکٹر عبداللہ الترک کی ریاض میں باوقار شفیقت کے حامل ہیں، دینی جذبہ اور دینداری سے آرائہ ہیں اور وہاں وقت و احترام کی نظر سے دیکھ جاتے ہیں، ان کے انتخاب کو سب نے پسند کیا، انہوں نے ایک تقریر کی جس میں حقیقت پسندی اور بحث و مذاکرات میں خیال کے بجائے عمل پر زور دیا اس کے بعد کمیٹیوں کی تشکیل ہوتی، اسلامی جامعات اور عالم اسلامی کے مسائل اور ان کے باری ربط پر کام کرنے کے لئے جو کمیٹی بناتی گئی اس کی ذمہ داری میرے پر دی گئی۔

رات کا کھانا گلف کلب میں ہوا، جہاں مہماںوں کے خیر مقدم میں موسیقی اور بایج کا انتظام بھی تھا، سعودی وفد نے اس پر افتراض کیا اور وہ روک دیا گیا، اس مومنت میں شرکت کے لئے سعودی عرب، مصر، لبنان، شام، عراق، شرق اردن، کویت، تونس، افغانستان، ترک، سوویٹ روس، نایجیریا، ایران، فلپائن، ہوریٹانیا اور ہندوستان و پاکستان کے نمائندے آئے ہیں مجھے اس کا خیال تھا کہ شاید پاکستان کی نمائندگی کے لئے کوئی ایسے حصہ علم و دوست آئے ہوں یا آنے والے ہوں جن سے پہلے سے تعارف ہوا اور اس طرح دو پکھڑے ہوتے دوست میں، اس لئے کہ اب پاکستان کے فضلاء سے ملنے کے لئے بین الاقوامی کانفرنس کے ہی موقع رہ گئے ہیں، لیکن یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ پاکستان سے مولانا سید ابو بکر غزنوی وائس چانسلر بجاو پوری نیویورکی اس کانفرنس کے لئے مدعا تھے اور وہ پاکستان سے لندن آپکو تھے تک اسلامی کانفرنس شرکت کرنے کے بعد وہ رباط کی

اس لئے یہ دضاحت ضروری سمجھی گئی کہ یہ اس عنابری تقریر کا جوں کا توں متن اور محتاط ترجمہ نہیں ہے، بلکہ ایک ازاد اضافہ شدہ متن ہے۔

اس کا نفلس میں شرکت کریں یہیں ان کو اچانک لندن میں ہوڑکی ٹکر کا حادثہ پیش آیا اور وہ اس سے جا بہرہ ہو سکے، مولانا ابو بکر صاحب غزنوی کے خاندان سے ہمارے خاندان کے دیرینہ دینی و روحانی تعلقات رہے ہیں۔ گذشتہ سال انھوں نے اپنے والد باجد مولانا سید حمّـدـلـدـاً وـدـغـزـنـوـئـی کی سوانح بھی تھیں جو تازہ تازہ ان کے قلم سے نکلی تھیں اور جس میں انھوں نے میری ایک ناچیر تحریر کو شامل کر کے میری فہرست بڑھائی تھی اور ایک نہایت پرمخت خط لکھا جس میں ملنے اور اور چند دن ساتھ رہنے کی تمناظر ہر کی تھی، اگر خدا کو منتظر ہونا اور اس موقع پر آتے تو ہم دونوں اپنی اپنی جگہ پر نہایت خوش ہوتے اور اس چند روزہ رفاقت کو بہت غمیت سمجھتے یہیں مقدرات سے چارہ نہیں۔ رباط کے بجائے انھوں نے آخرت کا سفر اختیار کیا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَّابقی اور ان سے ملنے کی حضرت ولی کی دل ہی میں رہ گئی غفار اللہ لہ و رَفِعَهُ دُرَجَاتِهِ۔

کمیٹیوں کا قیام اور ضیافتیں

۱۲) میٹی چھارشنبہ

سچ ناشتہ کے بعد کمیٹیوں نے اپنا کام شروع کروع جس کمیٹی سے میرا تھا ہے اس میں مہدی بن یوسف عبد الکریم اخظیب اور لبنان کے نمائندہ شیخ محمد مدی شمس الدین التاجیلی لاسلامی الشیعی الاعظم کے اور وہاں کے شیعوں کے دینی پیشواموںی الصَّلَامُ کے نمائندہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر بہت پڑھ لکھے، گفتگو پر قادر، فرنچ سے بخوبی دافعت اور فلسفہ و نفیت کے اپنے [فائلیں](http://www.abulhasanalinadwi.org)، انھوں نے نهج البلاغہ پر تحقیقی کام کیا ہے جس کا ایک نسخہ عنایت فرمایا، نیز ڈاکٹر عبدالهادی تازی (المعهد الوطی للبحث العالی) اور شیخ مصطفیٰ (علوی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

و پھر کامکھانا نارئیں مجلس البلدی رباط کار پوریشن کے میر کی طرف سے

فندق صوفہ حسان میں تھا، صوفہ حسان یہاں کی قدیم تاریخی عمارتِ نہایت بلند مینار ہے جس کے نام پر یہ ہوٹل موسم ہے، یہ ہوٹل اندر سی طرزِ تعمیر کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ عصرِ یوں وقت کی طبقہ کا دوسرا جلاس ہوا، رات کو محکمہ تعمیرات و اسکان و سیاحت کے سکریٹری کی طرف سے فندق حسان میں دعوتِ تحریکی دہاں ایک اندر سی کھانے سے تعارف ہوا جس کا نام ”بسطیلہ“ ہے، یہ سیاست قسم کے گوشت کے قیمت کا نام ہے جو ایک بڑے سوسائٹی کی شکل میں ہوتا ہے۔

چند ملاقوں میں اور زیارتیں

۱۳/ مریضی پنجشنبہ

آج صحیح استاذ عبد العزیز بن عبد اللہ ملنے کے لئے تشریف لاتے، تربیت کا کام جو مختلف ممالک میں مختلف اکادمیوں کے تحت ہوتا ہے اس میں ربط و وحدت پیدا کرنے کے لئے تجارتی علوم کی طرف سے جو فرقہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کا صدر مقام ربانی میں ہے اور یہ صاحب اس کے سکریٹری ہیں اس کی طرف سے اللسان الفرقی کے نام سے ضمیر رپورٹریں شائع ہوتی ہیں اور وہ ہمارے یہاں بھی آتی ہیں، انھوں نے واقفیت اور گرم جوشی کا اظہار کیا اور اسلامی مسائل و افکار سے گھری دلچسپی ظاہر کی، یہ صحبت بہت اچھی رہی۔

آج دوپہر کا کھانا ”گولف کلب“ میں وزیر اوقاف والشون الاسلامیہ کی طرف سے تھا لیکن ہم نے اس کی شرکت پر اس عربی مضمون کی تکمیل کو ترجیح دی جو ایمیڈیا سے شروع کر دیا تھا لیکن کام زیادہ ہے، تو www.abubasanalinadwi.org شام کو پھر کیا گیا تھا۔ شام کو پھر کیا گیا تھا۔ شام کو پھر کیا گیا تھا۔ نشست ہے، آج استاذ علال فاسی کے مکان پر جن کی سارے ممالک میں بر سی منانی جا رہی ہے، قرآن خوانی تھی، ان سے عقیدت رکھنے والے وہاں جاتے ان کے صاحجوادے سے تعریف کرتے، استاذ ابو بکر قادری نے جن کو علال فاسی سے گھری عقیدہ و محبتش

مجھ سے بھی فرماں شہ کی کہ میں بھی تھوڑی دیر کے لئے وہاں چلوں، میں نے اس کا وعدہ کیا، وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ حافظوں کی ایک جماعت جن کی تعداد پانچ سال سے زیادہ نہ تھی اجتماعی طور پر خالص مغربی الجماعت کی تقریباً میں سورہ کہف ہل کر پڑھ رہے ہیں۔ ان کی تلاوت کا اندازہ دلکش تھا، سورہ کہف کی تلاوت ختم ہوئی تو انھوں نے ایک قصیدہ برداشت شروع کیا جو اس موقعہ پر خاص طور پر پڑھا جاتا ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر یہاں کے تبلیغی مرکز مسجد نور میں گئے جہاں ہر ہفت کو تبلیغی اجتماع ہوتا ہے میں نے اور شیخ ابو بکر الجزايري نے تقریر کی، مسجد بھری ہوئی تھی حاضرین اس محفلت دگر کو روشنی سے ملے تبلیغی جماعت کا شعار ہے، اس ملک میں تبلیغی جماعت کے امیر شیخ حمید اولیٰ یہاں جو ایک مدرسہ شافعیہ کے مدرس اور بڑے فہیم و متوازن ذہن کے اُویٰ ہیں، ان سے ربط اپنے پختے کے بعد ہمی ملاقات ہو گئی تھی اور یہ وعدہ ہو گیا تھا کہ میں تھوڑی دیر کے لئے ان کے اجتماع میں آؤں گا۔

رباط کامصروف ترین دن

۱۳ مئی جمعگ

اچ قیام رباط کامصروف ترین دن تھا، سیاست بندیا چہارشنبہ کو جیبیہ پو (قادیہ) نے جو ایک فاضل خاؤن ہیں اور ان کا وزارتہ الفتاویٰ سے خاص تعلق ہے مجھ سے پوچھا کہ کیسا ہے وزارت الفتاویٰ کے زیر انتظام ایک تقریر کی تھی [www.aburhasanahmadwi.org](http://aburhasanahmadwi.org) نے زیادہ غور کئے بنی نیم وعدہ کر لیا، میری خود بھی خواہش تھی کہ میں کسی سنجیدہ اور تعلیم یا نتہ طبقہ کے سامنے اپنے تاثرات و خیالات کا اظہار کر سکوں، انھوں نے مجھ سے تقریر کا عنوان پوچھا میں نے کہا ازمۃ العالم الاسلامیۃ الحقيقة (عالم اسلامی کا حقیقی کائن) دوسرا دن ہی جمعہ کے

دن بعد عصر تقریر کا وقت مقرر ہو گیا، چہارشنبہ ہی سے ربانی طیلیوں نے اس کا اعلان شروع کر دیا مجھے جب معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عصر سے کچھ پہلے مومن کا اختتامی جلسہ شروع یا گیا ہے جس میں ذیلی کیمپیوں کے کام کی رواداد، ان کی سفارشات قراردادیں اور تجارتی بحث و مناقصہ کے لئے پہلی چائیں گی تو مجھے بڑی فکر ہوتی کہ میں یہ اہم نشست چھوڑ کر تقریر کے لئے کیسے جاؤں گا، یقیناً اس کا سلسلہ مغرب تک جاری رہے گا، میں سخت کس لکش میں پڑ گیا، لیکن یہ کمان سے نکل پھاٹھا۔ صدر عورت اور سکریٹری صاحب سے اپنی اس پریشانی کا اظہار کیا تو انھوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ ضروری کارروائی اس سے پہلے ختم ہو جائے گی اور ہم بھی جلسہ میں شرکت کر سکیں گے مجھے اس میں بڑا شکر تھا اس لئے کہ میں نے اس طرح کے جلسوں کا تحریر کیا ہے کہ اظہار خیال کرنے والے بہت ہوتے ہیں اور اکثر بات ابھے جاتی ہے۔

کل ہندوستانی سفارت خانہ کے فرست سکریٹری کا ٹیلیفون آیا۔ سفیر صاحب کل آپ کو پنج پر مدد کرنا چاہتے ہیں، مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ جمعہ کے دن خود ہماری یہ زبان جمیعت کی طرف سے مہانوں کے اعزاز میں پنج ہے، میں نے معدودت کی کہ میں بڑی خوشی سے اسی دعوت کو قبول کرتا اگر کسی اور جماعت یا شخص یا ذرا ازارت کی طرف سے دعوت ہوتی تو میں معدودت کر دیتا لیکن خود ہماری یہ زبان جمیعت کی طرف سے دعوت ہے، اس لئے معدودت کی گنجائش نہیں، میں اگرچہ پنج نہیں آسکتا، لیکن صحیح سفیر صاحب سے ملنے اؤں گا، چنانچہ وقت مقرر ہو گیا، ہم لوگ صحیح نوبجے ہندوستانی سفارت خانہ کے اور سفیر صاحب جن کا نام گواہ ہے اور جو غالباً بیگانی ہیں، میں ہمقوں، سلبے ہوئے انسان ہیں، دیر تک ان سے گفتگو ہی، کیوں کہ مجھے یہاں سے لندن جانا تھا اس لئے دیز اک لئے سلطانوی (فضل) خانہ جانا ہوا، وہاں خاص اوقات صرف ہوا، آخر میں معلوم ہوا کہ دیز ایئن کی خاص ضرورت نہیں ہے، دولت مشترکہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے وقت کے لندن کے ہوائی اڈہ پر حسب ضروریات قیام کی اچانت ل جائیگی مجھے افسوس ہوا کہ آج ہمارے ساتھی یہاں کے تاریخی آثار کی سیر کرنے نکلے ہیں اور وہ سلطان

حُمَّدُ اللَّٰهُ أَكْبَرُ کی صریح اور مسجد میں بھی جائیں گے، کیوں کہ یہ رباط کا آخری دن ہے اسلئے ہم کو اس کا موقع نہیں ملے گا، اب اتنا ہی وقت تھا کہ ہم جمود کی تیاری کر کے جامع مسجد کا رخ کریں، مسجدِ الحسنہ میں نماز پڑھنے کا پروگرام تھا، مسجد میں داخل ہوتے قرآن شریف کی بالہ تلاوت کا سلسلہ جاری تھا، میں زوال کے انتظار میں بیٹھ گیا، لیکن زوال ہوتے ہی خطبہ کی اذان شروع ہو گئی کسی کو سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا، غالباً اس ملک میں اس کا روانہ نہیں خطبہ ہوتا کہ ایک مندوب سری عالم الشیخ سالیمان حسن ربعیم (جواہر کے کلیۃ اللغۃ العربیۃ) کے عین ہیں اور تمام مصیری علماء کی طرح زبان اور اور بر جستہ گو مقرر ہیں) نے دیا خطبہ طویل تھا لیکن لعنی نماز کے بعد مجاہوں کا قافلہ کھانے کے لئے روانہ ہوا، آج ضیافت کا انتظام فندق الفردوس میں تھا جو رباط سے تقریباً پندرہ میں بیل در بخار اطلس کے بالکل کنارے واقع ہے ہم لوگ "سلام" کے مشہور تاریخی و متبرک مقام سے جو کثیر التعداد علماء و صلحاء کا مسکن و مدن ہے جس کا منصب کی تاریخ میں بار بار نام آتا ہے، گزرتے ہوئے ہوٹل ہنپنچ، ہوٹل انڈسی طرزاً کا نہایت شاندار ہوٹل ہے، اس کے جائے وقوع نے اس کے حسن کو دو بالا کر دیا ہے۔ سمندر کا نظارہ بڑا دلکش تھا، ہماری نشست بالکل سمندر کے رخ پر اس کے چند گز کے فاصلے پر تھی سمندر کی وجہ سے ساحل سے اٹھ کیلیاں کر رہی تھیں میں پرانی یادو اور جذبات کے سمندر میں غوطہ زن تھا، میری یہی مشکل ہے کہ میرا تاریخی شور اور سلطانی کہیں میرا ساتھ نہیں چھوڑتا دہ اپنے گھنے ساتے میرے دل و دماغ پر ڈالتا رہتا ہے اور کبھی کبھی یہ ساتے دل فریب مناظر سے لطف اندوز ہونے سے باز رکھتے ہیں، اقبال نے اپنے اس شعر میں جو کچھ کہا ہے میرا حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

یہ کوئی غلبہ نہ ہے آتشِ رفتہ کا لاع
www.abuhasanajmadwi.org

میری تمام زندگی کھوتے ہوؤں کی جستجو

سامنے سمندر بہر رہا تھا اور میں عربوں کی اس عوامیہ منڈی اور مہم جوئی کو یاد کر کے جو کبھی پہنچاڑ اور سمندر کو خاطر میں نہیں لاتی تھی اور جس نے اسی بخار اطلس کو عبور کر کے اپنی

میں اسلام کا بھنڈا اگلڑا دیتا تھا، خیالات میں کھویا ہوا تھا اور بار بار اقبال ہی کا یہ مصعرہ پڑھ رہا تھا۔
بھرپاری گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

لیکن اب اس حال کو اس ماٹری سے کیا نسبت؟

کھانا کھا کر ہم لوگ "سلام" پر دوسرے نظر کر ڈالتے ہوئے ہو ٹل دا پس

آگئے۔

پانچ بجے شام کو ذرا تاخیر سے جمعیت کا اختتامی جلسہ شروع ہوا۔ عزیزی سید ندوی (السلام)
ندوی نے جلسہ کے دران مجھ سے اگر کہا کہ وزیر الشفافہ آپ کی تقریر میں موجود ہونا چاہئے ہیں،
لیکن ان کو ایک کیٹی میں بھی شرکت کرنی ہے اس لئے ان کی خواہش ہے کہ جلسہ تک پرشور
کیا جائے اور تقریر ایک گھنٹے کے انداز کی ہو، میں نے ان سے کہا کہ صدر صاحب سے اس کی اجازت
لے لو، صدر صاحب نے کہا کہ وہ تقریر کے لئے جاسکتے ہیں لیکن مُحَمَّد رَأَيْعَ مُوَجَّدِیں توہیر
ہے، تاکہ کسی ایک کی شرکت ہو جائے۔

جلسہ وزارت الشفافہ کے قاعة الحاضرات (لکھر زہال) میں تھا، ہم پہلے وزیر ثقافت
کے کمرہ میں گئے، ان سے ملاقات کی پورودہ اور وزیر الاوقاف والشئون الاسلامیہ اٹھ کر ہاں
میں آئے۔ پہلے جیبیہ یوقادیہ نے اپناتھا رفیعی مضمون پڑھا۔ مضمون میں والد صاحب مرحوم مولانا
حکیم سید عبدُ الرَّحْمَن صاحب ناظم ندوۃ العلماء کا اچھا تمارث خاص طور پر انکی کتابتی ہستہ انکلپ
کا بلند الفاظ میں تذکرہ تھا۔

میں نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ آج کی تقریر کا جو عنوان ہے، اگر
اس کو ایک سوال کی شکل میں پیش کیا جائے تو اس پر جواب abuulhasanah@rediffmail.com اسلامی کا تحقیق مرکز
اور مشکل (CRICIS) کیا ہے؟ تو اسکے دس جواب ہو سکتے ہیں، کوئی کہے گا کہ اصل مسئلہ
اقتصادی ہے کوئی کہے گا کہ سیاسی ہے، کوئی کہے گا کہ تعلیمی ہے، دوغیہ دوغیہ، لیکن میں کہوں گا کہ
خالص ایمانی و اخلاقی ہے یعنی اس وقت عالم اسلامی کی جو سب سے بڑی کی، اس کا سب سے

بڑا خلا، اور اس کا سب سے بڑا (CRISIS) ہے وہ ایمان و اخلاق کی کمزوری اور سپتی ہے۔ آپ عالمِ اسلام پر ایک نظر ڈالنے اس میں کسی چیز کی کمی ہے؛ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ کرو رہتی جاتی ہے، ویسے ترین اور زخیر ترین مالک اس کے پاس ہیں، جو معدنی بنتا تھا جیوانی، انسانی دولتوں سے مالا مال ہیں پڑول کا جو موجودہ صنعت و تمدن کی شرم رگ ہے سب سے بڑا ذخیرہ اس کے پاس پایا جاتا ہے۔ تعلیم، ذہانت، نشر و اشاعت، صحفات، خطابات۔ دانش گاہوں میں سے کسی چیز کی کمی نہیں لیکن حالت یہ ہے کہ عالمی میزان میں ان کا کوئی وزن نہیں اور دنیا کے حالات و احوالات اور رحمات میں ان کا موثر ول نہیں، وہ نفع و ضر کی صلاحیت سے جس کی بنابر قوموں کا احترام ہوتا ہے تقریباً مسجد و مساجد ہو چکے ہیں، وہ دوسروں کی قیمت کا فیصلہ نہیں، دوسرے ان کی قیمت کا فیصلہ کرتے ہیں اور وہ دنیا کے اٹھ پر ایک خاموش تماشائی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، ان کی تصوری اس سے زیادہ صحیح و مثبت نہیں کہنی جا سکتی جو اس صحیح حدیث میں کہنی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم نے صہابہ کی ایک مجلس میں فرمایا۔

یو شک الامم ان تداعی علیکم
کہ ماتداعی الا کله اے قصعتها
غقال تعالیٰ:- او من قلة نحن يومئذ ؟
قال بل افتدر يومئذ كثير ولکثكم
عشاء لعنثاء استيل ولست نزع عن الله
من صل و رد عذر و كه المهابة منكم
سلام کا یہیں اور کھلکھل بولتا ہے www.abulhasanainadwi.org
ذعن کے دلوں ستمباری بیہبیت ختم کر دیکھا در تہماے دلوں
میں کمزوری ڈال دیکھ کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ
و دکمزوری کیا ہے آپ نے فرمایا، دنیا کی محبت اور موت و حشت
روکاہیۃ الموت ” (۱) م
روہا ابوداؤد عن قابیان رضی اللہ عنہم

یہ نہ کہا کہ یہ جب ایمان کی کمی کو اس صورت حال کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں تو ایمان سے میرا مطلب اس کا وہ کلامی اور اعتقادی مفہوم نہیں ہوتا جس سے ایک آدمی دائرہ کفر سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اس پر اسلام کے احکام جاری ہوتے ہیں، جہاں تک ابتدائی اعتقاد اور اسلام کی بنیادی حقیقتوں پر ایمان لانے کا سوال ہے، مسلمان اب بھی دنیا کی ساری قوموں سے فائق ہیں، اگر ان کا ایمان ترازو کے ایک پل پر بھی رکھا جائے اور دنیا کی ساری قوموں کا ایمان دوسرے پل پر رکھا جائے تو یقیناً ان کا پل جھک جاتے گا، اس سے میری مراد ایمان کی وہ حرارت، عقیدہ کی وہ صلابت، اسلام کے واحد ذریعہ نجات اُخْرَدِی اور سعادت دنیوی پر یقین ہے، جس سے صحابہ کے سینے معمور اور ان کے دماغ مخمور رہتے ہیں، ہمارے یہاں اسلام دنیا کے درجنوں مذاہب میں سے ایک مذہب ہے، کچھ بہتر اور مقابلۃ صحیح تر، ان کے نزدیک اسلام ہی ایک دین حق تھا باقی سب جہالت، ظلم و ظلمت، ادیام پرستی، ہم اسلام کے لئے رحم کی اپیل کرتے ہیں کہ بقاء باہم کے اصول پر اس کو زندہ رہنے کی اجازت دی جائے اور جس طرح دنیا میں بہت سی نسلوں کو زندہ رہنے اور توارد و تناصل کا سلسلہ جاری رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے، بلکہ حکومتوں بعض جوانی نسلوں کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتی ہیں اور ان کے لئے مخصوص قوانین جاتی کرتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی ہر ملک میں زندہ رہنے کی اجازت دی جاتے اور جس طرح عجائب خاؤں میں تاریخی یادگار کے طور پر بہت سی ایسی چیزوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے جن کی اب کوئی افادیت نہیں ہے، اسی طرح اسلامی تہذیب و مواثیق اور ان کے عالی قوانین کو باقی رکھنے کی اجازت دی جاتے لیکن صحابہ کرام کا ایمان اسلام کے بارے میں سوچوں *وَلَمْ يَأْتِهِ الظُّرُفُ بِالظُّرُفِ وَلَا الظُّرُفُ بِالظُّرُفِ*، اس کا پورا اظہار ان کے اس سفیر کے الفاظ میں ہوتا ہے جو اس سے پہ سالار ایران رسم کے دربار میں اس سوال کے جواب میں دیا تھا، کہ تمہارے اس ملک کی طرف رُخ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے ہم کو اس کام کے لئے بیوٹ و مامور کیا کہ ہم ان سب لوگوں کو جن کے

متعلق ارادہ الٰہی ہو چکا ہے، بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا نے واحد کی بندگی، اس فانی دنیا کی کاں کو ٹھرمی سے نجات دے کر دنیا کی فضائے بیکار اس میں داخل، مظاہر کی انصافی سے نجات دے کر اسلام کے عدل سے مستحق و مستفید کریں، وہ ایمان، ایک شعلہ جو الٰہ تعالیٰ جس کے سامنے دسکر عقائد و نماہبِ حوم کی طرح پچھلتے اور شتم کی طرح جذب ہو جاتے، زپہڑا اس کا راستہ روک سکتے نہ دریا اس کا رخ مٹا سکتے، آپ نے اپنے ہی یہاں کے فاتحین عقبۃ بن نافع، موسیٰ بن نصیر طارق بن زیاد کی اولوالعمری اور فاتحانہ یلغار کے واقعات پڑھتے ہیں، ان میں یہی نزدہ اور بابنہ ایمان کام کر رہا تھا۔

دو نیمن کی ٹھوکر سے صحراء دریا
سمٹ کر پہڑاں کی ہیبت سے ائی

وہ سمندوں کو ایسا ہی بازی گاہ سمجھتے تھے جیسے کھلاڑی کھیل کے میدانوں اور ہاکی و کرکٹ کی فیلڈ کو، آج ہی میں جب براطلس کے کنارے فندق الفردوس میں کھانا کھا رہا تھا تو میں ان پاک نہاد مجاہدین کی قلندرانہ جرأت کو یاد کر رہا تھا، جنھوں نے بھڑکیاں میں گھوڑے دوڑا دیئے اور اسلامی فتوحات کے ڈانڈے یورپ سے ملا دیئے۔

اس طرح جب میں اخلاق کا نام لیتا ہوں تو میری مشراہ ظاہری اخلاق اور معاملات نہیں، اس کی تو مسلمانوں میں کی نہیں، بلکہ زیادتی ہے، میری مراد اخلاقی استقامت اصول پسندی، ذاتی مفادوں و اغراض پر ملی مصالح کو ترجیح دینا، کسی وقت فائدہ کے لئے اصول کو فربان نہ کرنا، خصیرے کے خلاف کوئی کام کرنے کے لئے سیارہ ہونا، حق و صداقت www.abdulhasananalnadi.org کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار رہنا ہے، اس معیار سے دیکھا جائے وہاڑی مملت اور اس کے قائدین تک میں اخلاقی کمزوری، مملت فروشی، ملک سے خداری کی حد تک پہنچی ہوتی ہے، شاعر اسلام اقبال نے اس طبقہ کے متعلق اس شعر

میں مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

ہی شکر میں ہے جو چراک نہ کھاتا ہے

گلیم بوزرو دلق اولیس و چادر زہرا

اس نے میرے نزدیک عالم اسلام کا تحقیقی مسئلہ اور اس کا واقعی CRICOS
اخلاق و ایمان کی پستی و گراوٹ ہے، جب تک یہ دونہیں ہوتی تکی خلاج کی امید نہیں۔ لہ
ہوٹل واپسی کے بعد تھوڑی دیر کے لئے جمیت کی مجلس تنقیدی (اکریکٹیو گھنٹی) میں

شرکت کی، پھر اپنے کردہ میں آگئے رات کو ولای مصطفیٰ علوی کے مکان پر کھانا کھایا یہ چیدہ مجلس
تھی جس میں پانچ چھوٹی سے زیادہ نہ تھے ان میں خاص طور پر جمیت کے نائب صدر اور توں بلکہ
مغرب کے برگزیدہ عالم و تحقق علامہ ابیتب بلوجہ عمید لکیتہ الرذیتوں نہ تھے چونکہ سبھی مہماں درس و
تدریس سے تعلق رکھتے تھے اس نے قدرتاً طلباء مدارس باخصوص کا بخوبی اور یونیورسٹیوں کے
طلباء کی بے استعدادی اور کم ختنی کا موضوع چھوڑ گیا، علامہ ابیتب بلوجہ نے اس کا اصل ذمہ
ان جدید اساتذہ کی علی بے مانگ اور سطحیت کو فرار دیا اور اس سلسلہ میں عجیب واقعات
سنائے جن سے اندازہ ہوا کہ یہ مرض ہمارے ہی ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ مالک عربیہ
میں بھی دبائی طرح پھیل گیا ہے اور اس کا اثر پورے علمی نظام پر پڑ رہا ہے۔

لہ یہ تقدیر کارڈ ہوئی لیکن اس وقت حافظ پر زور ڈال کر اسکے اہم نقاط کو اردو میں اپنے الفاظ میں پیش
کر دیا گیا ہے اور اس میں کسی قدر حذف و اضافہ سے بھی کام نہیں ہے
www.abulhasanalinadwi.org

الدار البيضاہ میں زعیم مغرب علّال فاسی کے

تعزیتی جلسہ میں شرکت

اور مرکش کو روانگی
۱۵ امتی شبہ

صحیح کے ناشتر کے بعد پورے قافلہ کی روائی مرکش کی طرف تھی یہرے
لتے یہ طے کیا گیا کہ میں کچھ دیر الدار البيضاہ میں توقف کر کے استاذ علّال فاسی کے
تعزیتی جلسے میں یوسف سلسلہ کے جلسوں کی آخری کڑی ہے
جمعیت کے نمائندہ کی چیزیت سے شریک ہوں میں نے اپنے تعلقات اور اس
اتراجم کی بنابر جو ان کا میرے دل میں تھا اس کو منتظر کر لیا، جمعیت نے میرے سفر کے لئے ایک
محضوں کا رکا انتظام کیا جو اخیر تک میرے استعمال میں رہے گی۔

پورا قافلہ الدار البيضاہ میں داخل ہو کر سیدھے ہو ٹول، کھانے کی میز پر پہنچا
اور دہاں سے مرکش روانہ ہو گیا، میں نے ظہر کی نماز جاتی صحنِ خاص میں پڑھی، بسجد میں
داخل ہوتے وقت ایک کسین طالب علم ملا، اس نے کہا کہ آپ ہندوستان کے ہیں؟ میں نے کہا
کہ تم ہندوستان کو کیا جاؤ؟ اس نے کہا فی الہند لئا خواون فی اللہ لا ہندوستان میں
ہمارے بہت سے ایسے بھائی ہیں جن سے ہمیں اللہ کے لئے محبت ہے) مسجد کے صحن میں چند
نو عڑکے کھٹے تھے جو قریب کے کئی اصولوں نے طالب علم معلوم ہوتے تھے انڑوں میں نماز
پڑھنے آئے تھے بڑے تپاک سے ملے، ان اسیروں کا ذکر کرنے لگے جو دینی فکر و دعوت کے
حامل تھے اور ان کل جیل میں ہیں، مجھے ان کی گرفتاری کے حقیقی اسباب کا علم نہ ہوا کہ ایک
میرے لئے یہ بات نئی اور ناقابل فہم نہ تھی، اسلئے کہ ہمارے تمام اسلامی مالک اسی تفاصیل کا فہما

بیں اس پر مجھے نے جو دروازہ پر ملا برجستہ آیت پڑھی۔

”احسب الناس ان يتركوا، ان يقولوا أمنا وهم لا يفتنون“

میں نے کہا تم پڑے تیز معلوم ہوتے ہو میں اپنے سفر نام میں تمہارا ذکر کروں گا، اس نے کہا ایسا نہیں گا، میں نے کہا جیل جانے سے ڈرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، مجھے ریا کا ڈر ہے، یہ پچھے کسی قریبی اسکول میں پڑھتے ہیں اور ان طوں میں نماز کے لئے آتے ہیں، نماز سے فارغ ہوا، تبلیغی جماعت کے ایک دوست نے بھولیا ہو ”فاس“ میں ہم لوگوں کو سن کر ملتے آئے تھے یہ میرے سہمنام ہیں لیکن چونکہ ما شامہ اشداں کا تکمیلہ کلام ہے، اس لئے بعض لوگوں نے ان کا نام علی ما شامہ اللہ رکھ دیا ہے، یہ اپنی دوکان پر لے لئے وہاں وضو کی تجدید کی اور تعمیلی جلسہ کی طرف روانہ ہوئے۔

شارع ابکش پر ایک پیلک ہال میں جلسہ ہوا تھا، ہال کھا کجھ بھرا ہوا تھا، باہر بھی لوگ کھڑے ہوتے تھے، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد علال فاسی کی تعریف کے نظرے لگتے تھے، ایک فاضلانہ مضمون پڑھا جا رہا تھا جس میں مرحوم کے افکار و نظریات اور سیاسی کانٹا مول اور ان کے پس نظر پر تبصرہ کیا گیا تھا، یہ ایک فاضلانہ تجزیہ تھا جس سے اس ملک کے سیاسی حالات اور سیاسی فکر و شور کے ارتقائ پر روشنی پڑتی تھی، اسکے بعد مجھے تقریر کی دعوت دی گئی۔

میں نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کا بڑا اقلق ہے کہ میں نے اس وقت آیا جب استاذ علال فاسی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مجھے اس کی اور اپنی محرومی کا افسوس ہے جب کسی کام میں تاخیر ہوتی ہے تو ایسے ہی نقصانات گوارا کرنے پڑتے ہیں، پھر میں نے ان کی زندگی کے تین پہلووں پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی، میں نے کہا کہ میری نگاہ میں ان کی بڑی اہمیت ہے، ایک یہ لہانی ملکی رمدی کا آغاز ایک عالم دین کی حیثیت www.abulhasanmalinadw.org سے ہوا وہ جامع القروین کے فیض یافتہ تھے اور انہوں نے مسجد و مدرسہ کی چالیوں پر پڑھ کر علم حاصل کیا تھا، اس لئے ان کے علم میں پختگی اور ان کی نظر و مطالعہ میں گہرا ذہنی، جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ آخر تک علمی و کتابی ذوق اور مطالعہ سے دور نہیں ہوئے اور سیاسی صورتیا

نے انکو دوسرے لیڈروں کی طرح علم درس و تدریس کی دنیا سے نا اشنا اور متوضع نہیں ہونے دیا، بلکہ ان کی جدوجہد آزادی، حبّ الوفی اور مجاہد ان جذبات کا سرچشمہ ہی تھی قدیم تعلیم تھی جو انھوں نے قردوں میں پائی تھی، یہ وہ خصوصیت ہے جو ان کے اور ہمارے ہندوستان کے ان علماء کے درمیان مشترک ہے جنھوں نے اپنے ملک میں تحریک آزادی کی قیادت و رہنمائی کی۔ وہ ایک طرف عالم دین تھے اور دوسری طرف جنگ آزادی کے سپاہی اور رہنماء۔

ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جدید سیاسی نظاموں اور فلسفوں کا انھوں نے گہرانی سے مطلع کیا تھا، ان کی معلومات "سکنڈ بینڈ" نہیں تھیں اور وہ زندگی کے قابلہ سے پچھٹنے نہیں پائے تھے، مجھے معلوم ہے کہ وہ خود اپنے خصوصی خیالات و نظریات رکھتے تھے، ان پر منزیلی زبانوں میں متعدد کتابیں لکھی گئیں اور ان کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ان کی تیسرا خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہندوستان کے تختی براعظم کے علماء و مُفکرین و مصنفوں سے عرب مالک کے عام علماء کے مقابلہ میں زیادہ واقف اور باخبر تھے، خاص طور پر ان کی کتاب "ججۃ اللہ بالبلاغۃ" سے بڑے متأثر اور گرویدا تھے، بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ان سے ملاقات و صحبت رہی ہو اور انھوں نے "ججۃ اللہ بالبلاغۃ" کا ذکر نہ کیا ہو، وہ مقاصد و اسرار شریعت کے موضوع پر اس کتاب کو بہت اونچا درجہ دیتے تھے، اسی طرح وہ اقبال کے بڑے مدارج تھے، اور ان کو ان کے کلام کے مقتولوم عربی ترجمے کے بند کے بنديا دتھے۔

یہ تقریر علم فقہ پر کاملاً مبنی اور مکمل کیا گیا، اس کی نسبت میں جو علماء فارسی مرموم کے خصوصی شاگردوں اور فیقوں میں یہاں یہ کہا کہ اس تقریر سے مرموم کی عظمت کے بعض شے پہلو پہلی مرتبہ سامنے آئے، یہ تقریر ہمارے زمانہ قیام ہی میں حزب الاستقلال کے اگر "العلم" میں چھپ گئی۔

تقریب سے فارغ ہو کر ہم لوگ مرکش کو روانہ ہوئے، جو یہاں سے تقریباً ایک سو دس یا بارہ میل ہے عشار کے قریب ہم "عَمَّالَةٌ" میں پہنچے، جو گویا یہاں کے کشڑیاً گورنر کا مستقر ہے، وہاں معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے قیام کا تنظیم "فُنْدَاتِ الْقَرِيَّهٖ" میں ہے جو مرکش کا ایک پرسکون و پرفضا ہو ٹھیک ہے ہم لوگ وہاں منتقل ہو گئے اور رات آرام سے گزری۔

مرکش کے تاریخی اشارکی سیر

۱۴/ مئی یکشنبہ

یہ طے کر چکا تھا کہ اگر جمیعت الجماعات کے پروگرام میں مرکش کے سیر کی گنجائش نہ ہو گی تو یہ خصوصی طور پر مرکش کا سفر کروں گا اس لئے کہ اس کے پیغمبر اپنے قسط کا کوئی سفر اور اس کی سیر مکمل نہیں ہو سکتی لیکن خوش قسمتی سے خود جمیعت کا پروگرام بن گیا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مولانا یحیی شاہ مولکش، ان دونوں مرکشیں ہیں اور ان کی رفت سے موثر کے مہاؤں کے اعزاز میں دعوت ہے اور اس کی بھی قوت ہے کہ ان سے ملاقات ہو، بہر حال میں مرکش کے ایک روزہ قیام کو بھی بہت غنیمت سمجھتا ہوں۔

مرکش کی بنیاد، خاندان مرتضیین جن کو "ملین" بھی کہا جاتا ہے کہ اول الفرض بانی امیر المسیح یوسف بن تاشفین نے ڈالی، یوسف بن تاشفین کی ولادت ۷۰۰ھ میں ہے مخصوصاً غنوی کی دفاتر سے اکیس سال قبل ہوئی، اس نے سیستان میں سال حکومت کی۔ ۷۰۰ھ میں تقریباً سو برس کی عمر میں وفات پائی، تاریخ و سیر کی کتابیں اس کے فضائل و حیات اخلاقی،
www.abulhasanalinadwi.org
 پاکیزہ زادہ زندگی، عزم راست اور ایمان صادق کے واقعات سے بڑی ہیں، اس کا بڑا کارنامہ "زلقة" کی وہ جنگ ہے جو بارہ رجب ۳۶۹ھ کو فتح سومنات کے ۴۶ سال بعد ہوئی، یہ جنگ اشبيلیہ و قرطج کے نامور ادیب دشاعر شجاع و مجاہد سلطان المعتمد بن عبید الدین

تحریک و دعوت پر ہوئی، جب طیبلہ کی عیسائی حکومت نے اس مسلمان حکومت کا خاتمہ کر دینا چاہا جو اپنے میں اسلام کی عظمت کا آخری نشان اور اسلامی عربی تہذیب کا آخری قلعہ تھا اور معتقد نے جس کی شجاعت و جانبازی مخالف موافق سب کو تسلیم تھی۔ جب یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس طاقتو حربیت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا تو اس نے یوسف بن تاشفین سے روطلہ کی، مصلحت اندریش ارکان سلطنت، خیران دربار نے سلطان کو اس کے عواقب سے ڈرایا اور کہا کہ کوئی مدد کرنے والا بادشاہ مدد کرنے اور دشمن کو شکست دینے کے بعد واپس نہیں جایا کرتا، یوسف کو بلان اسلطنت سے باخدا ہونا ہے، معتقد نے اس کا بھروسہ دیا وہ اس کی غیرت دیتی کی علامت اور تاریخ میں اب تر سے بخشش کے قابل ہے، اس نے کہا کہ "ہمارے پوئیں کا مرکشی عربوں کے اوپنٹ پر انابہر حال عیسائیوں کے سورچانے سے بہتر ہے" یعنی اگر اس فتح کے تیجے میں ہم اپنے ہم مذہب عربوں کے غلام بن جائیں تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ ہم عیسائیوں کے خیس بردار، بات گزار ہوں، یوسف بن تاشفین نے "زلاتہ" کے میدان میں اسی شکست فاش دی کہ کشتون کے پشتے لگ گئے اور عیسائیوں کا کوئی گھر ماتم سے خالی نہیں رہا۔ یوسف بن تاشفین کا یہ کارناہم تاریخ اسلام میں یاد گار ہے گا اور وہ اس کو دنیا کے عظیم مجاہدین اور فاتحین میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے یہکن اس چاند کو ایک داعی یا گیا کہ اس کے چند سال بعد ہی بعض فوجی افسروں کے اصرار پر (جن کے منہ میں اشبیلیہ و قرطہ کی دولت و تکدن کو دیکھ کر پانی بھر آیا تھا) مُعْتَدَل بن عباد پر حملہ کیا اور اس کو اسی رنگ بن کر مرکش لایا اور "اغلات" میں قید کر دیا جو مرکش کے قریب ایک قصبه ہے جس میں اس نے نہایت غیرت و

www.abulhasananalnadwi.org

لہ بعض بھروسوں کا ہنا ہے کہ یہ اقدام اپنے کو عیسائی اقتدار سے بچانے کے لئے کیا گیا جسکی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ اس کو براہ راست رابطین کی شکم حکومت کے انتظام و نگرانی میں بے لیا جائے اور وہ غلطی نہ کی جائے وہ ہندستان میں احمد شاہ بدلی نے ہندستان سے واپس چلے جانے کی شکل میں کی تھی۔

خودداری کے ساتھ زندگی گزار کر، قید زندگی سے رہائی حاصل کی اس دور کے یادگاریت سے دلروز اتفاقات اور سینہ سوز اشارہ ہیں جو عربی ادب کی تاریخ میں یادگار ہیں گے، بوضیں کامنہ کے ذاتی کمالات، بے نظیر شجاعت اور اعلیٰ شرافت پر اتفاق ہے۔

مرکش تاریخی آثار کا شہر ہے، وہ طویل ترین مدت تک مغرب چھٹی کا دارالحکومت اور خاندان موحدین کے زمانہ میں دارالخلافت رہا ہے دارالحکومت مملکت ہی میں نہیں بلکہ معاصر دنیا میں مقناطیس کی خاصیت رکھتا ہے جو آہن پاروں کی طرح دنیا بھر کے ارباب گماں ماہرین فنون، شرفاو رسادات، صناعوں اور موجودوں کو اپنی طرف لکھن پہنچ لیتا ہے یہاں تک کہ اہل قلوب و مشائخ وقت اور ارباب باطن بھی جو یہی خدمت خلق اور ارشاد و ہدایت کے کام پر ہمورا درنقی و افادہ کے حریص ہوتے ہیں، تھوڑے وقت میں زیادہ نقش پہنچانے اور ہمہ تاریخ حاصل کرنے کے شوق میں ان تمام خراہیوں کے باوجود جو حکومت و اقتدار، دولت کی بہتان اور فتوحات و غنائم کی کثرت سے پائی تخت میں پائی جاتی ہے، انھیں شہروں کا رخ کرتے ہیں، ان کو اپنی اصلاحی سرگرمیوں کام کر زہانتے ہیں یہی بغداد کی تاریخ ہے یہی غربی و دہلی کی اور، اور خانقاہوں کے گھنٹوں اور باجروں بادشاہوں کی محل سرائیں اور تصور ہیں، قیام مرکش کے دوران ایک ذی علم دوست نے ایک کتاب تخفہ میں پیش کی جس کا نام "الاعلام" ہے اور ایک

مرکش من الاعلام" ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ شہر اس زمانہ میں مرجع عالم، قبلہ، حاجات اور ائمہ علم و فنون اور کبار اولیاء کام کر توجہ بن گیا تھا، ان آثار کو دیکھنے کے لئے ایک ہفتہ بھی ناکافی تھا ہمارے پاس تو ہر یک دن تھا لَا يَأْتِي أَهْلَ الْأَذْكُورَ تَلْفِخَ كَمْ إِمَرْ حَمْدٌ أَوْ حَمَّا نَزَّ اس لاؤ مددہ کر لیا تھا کہ وہ بھی مرکش پہنچ جائیں گے اور ہاں کے تاریخی آثار اور تبرک مقامات کی زیارت میں ہماری مدد کریں گے عرصہ ہو اک مرکش کے ایک ذی علم نوجوان شہاب عبداللطیف مخدراستے بریلی مجھ سے ملنے آئے تھے اور دو تین دن غریب خانہ پر قیام کیا تھا، حمدادی صاحب

نے ان کو میری آمد کی اطلاع کر دی تھی، وہ شہر سے بہت اچھے واقف ہیں، صحیح وہ اور حمدادی صاحب شہر کے ایک بڑے تاجر کے ساتھ جن کا پڑرا بننے کا ایک کارخانہ ہے، ہو ٹل آگئے، انہی کی موڑ پر ہم لوگ تاریخی آثار دیکھنے کے لئے نکلے، ہمارے پاس صرف فہرست کا وقت تھا، اس لئے اس میں جتنے تاریخی آثار دیکھ جاسکتے تھے، دیکھنے کی کوشش کی گئی، علماء و صلحاء کے مقابر میں سیرہ قل شہر زادہ آفاق کتاب "الشفافی حقوق المصطفیٰ" کے نامور صفت فرمغیر قاضی عیاض سیرہ ابن رہشام کے شارح امام سہیل صاحب و لائل اخیرات محمد بن سلیمان جزوی، مشائخ واولیا میں سے شیخ ابو العباس الجسی اور صاحب الغار ابو یعقوب یوسف بن علی کے مزارات کی زیارت کی، سلاطین و ملوك میں سے امیر اسلامین یوسف بن تاسفین، بانی تراکش اور ملوك سعیدین کے مقابر کو دیکھا اور فاتحہ پڑھی یہ مقابر بڑے سر بربر، قام، عمدہ عمارت و نقوش بدینکھ سے آراستہ ہیں مولای سلیمان کی قبر پر بھی گئے ہو تو بردہ شاہ کے اجداد میں ہیں، مساجد و مدارس میں سے مسجد المالمین کے کھنڈ روپیکھے جس کو بعد میں مسجد المودعین میں تبدیل کیا گیا یہ یعقوب النصر الوجہی کی تعمیر ہے جو برباط کابانی تھا، علی بن یوسف کی مسجد کے پاس سے بھی گزرے ہیں میں درس کی تھیا جو قروین کی طرح کرتا تھا، ابن یوسف کا مدرسہ بھی دیکھا ہو بنی مرین کے عہد سے تعلق رکھتا ہے یعقوب بن منصور سعیدی کی مسجد بھی دیکھی۔

شاہی محلات و آثار میں سے قصر الہمیہ دیکھا جس کی تعمیر سلطان مولای حسن اور سلطان عبد العزیز کے جوشی نژاد وزیر ابو الحسن موسی نے اپنے زمانہ عروج میں.....
.....اس سیہری کے ساتھ کرانی کہ اس کا وقت وہ تماشاہ عالم بنایا ہے،
سیاہوں کا باتوم ہر وقت رہتا ہے یہ وزیر سلطنت مغرب پر لورے طور پر حاوی تھا، یہ مکان www.abuhasanalinadwi.org
اس کا سکریٹریٹ بھی تھا اور حرم سراجی قصیدہ بروہ اس کے درود یا اپریشن ہے، اس کے دیکھنے سے، اس زمانہ کے تمدن اور امار کے بین ہن کاظمیہ معلوم ہوتا ہے، دوسرے آثار میں سے المازہ دیکھا جو سعیدین کے عہد کا ایک طویل و عریض تالاب ہے، اس میں پانی

آنے کا طریقہ اس زمانہ کے اخینیروں کو دریافت نہ ہو سکا، اب اس میں راجح وقت طریقہ پان بھرا جاتا ہے اسی کے پاس ایک زیتون کا بازار ہے جو اسی قدیم عہد کا سمجھا جاتا ہے۔ علی بن یوسف بن تاشفین کی بنائی ہوئی شہر پناہ دیکھی جو کہما جاتا ہے کہ اس نے ان رشد کے مشورہ سے موحدین کے حملہ سے حفاظت کے لئے بنائی تھی، باب المربط دیکھا جس میں حدود شرعیہ کا اجراء ہوتا تھا۔ منتظر الہال ایک وسیع سرگاہ موجودہ قصر شاہی کے پاس ہے، اس میں دو چھوٹے بڑے تالاب اور زیتون کے باغات ہیں۔

قبور کے سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر نظر کرنے کے قابل اور ہم لوگوں کے بالکل نئی معلوم ہوتی ہے کہ اکثر قدیم قبور اس طرح ہیں کہ مدفن کے پاؤں قبلہ کی طرف ہیں، ہمارے رفیق شہاب بن عبد اللطیف نے بتایا کہ مدینہ مذہب مالکی میں یہی طریقہ افضل سمجھا جاتا ہے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی اس لئے کہ خود امام المک اور نقیع وجنت الحلال کی ساری قبریں اور خود مقدمہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام قبلہ رُخ ہیں۔

ان آثار و مقابر اور تصور کو دیکھ کر دنیا کی بے شباتی، حکومت و سلطنت کی نیا پائیداری کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ دل دماغ تحکم گئے دنیا ایک کھیل تاشا اور زندگی ایک خواب معلوم ہونے لگی اور غالبہ کا یہ شر حقیقت معلوم ہونے لگا۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کے

زمیں کھاگئی آسمان کیسے کے

ہمارے رفیق اکالج مغرب اور یہاں اپنے مکان پر لاتے جتنا عادی نہیں ہے میں
وقت ہے، ان کے یہاں نہر کی پڑھی، دوپہر کا ہانا کھانا کھایا جس پر انہوں نے اور بھی بعض دوستوں
کو دو کیا تھا، تھوڑی ذیر ارام کے بعد پھر ہوں والیں آتے۔
www.abulhasananalipadwi.org

عصر کے بعد دارالحدیث الحسینیہ کے فضلاں کا جلسہ تھا جس میں بادشاہ کے سکریٹری بن سودہ نے بادشاہ کا پیغام پڑھ کر سنایا، مختلف تقریبیں ہوئیں ہمارا الرادہ آج بعد منزہ اللہ اربیفنا

روانہ ہونے کا تھا، لندن عربی مسٹر و راحم ملکوئی کو اپنی آمد کا تاریخی دیا جا چکا تھا، لیکن جلسہ کے بعد جمعیت کے سکریٹری حُمَّادُ الْبَشِير نے بڑے اصرار سے کہا کہ کل رک جائیے، بادشاہ کے یہاں دعوت ہے اور قصر شاہی میں ملاقات کا پروگرام بھی، دعوت کی اہمیت تو اتنی میری نظر میں نہ تھی لیکن یہ خیال پیدا ہوا کہ اتنا طویل سفر کیا اور دو ہفتہ قیام کیا اور شاہ سے ملاقات نہیں ہوئی، وہ دو مرتبہ بھی رمضان میں آئے کی دعوت دے چکے ہیں، مگر یہ نے معدودت کر دی تھی، کتابوں کے ذریعہ غائبانہ دائمی و اتفاق بھی ہیں، شاید یہ ملاقات کچھ مفید ہو اور اس میں کچھ گزار کرنے کا موقع ملے اس لئے میں نے نیم وعدہ کر لیا، محمد بشیر کے بعد مولائی مصطفیٰ علوی نے بڑے اصرار سے روکا، میں ان کا احترام کرتا ہوں، چاروں ناچار منظور کر لیا لیکن جب ہوشیار اپس آیا تو تعجب ہے سخت گرانی تھی، بار بار یہ خیال آتا تھا کہ اتنی جلدی پروگرام کیوں ملتوی کر دیا، معلوم نہیں اس التوا کا کچھ فائدہ ہو گایا نہیں، یہ احساس اتنا بڑھا کہ خیال ہوا کہ شیخ حُمَّادُ الْفَارُسی سے ذاتی طور پر اجازت لے کر صحیح ترکے روانہ ہو جاؤں اور الدارالبیضا سے جہاز پہکاؤں جس پر سیٹیں پہنے سے رزو ہیں، لیکن قسمت سے کسی ذمہ دار آدمی سے ملاقات نہ ہو سکی اور متفقین کی لائلی میں سفر پر روانہ ہو جانا مناسب معلوم نہیں ہوا یہ حال سفر کا ارادہ ملتوی کیا لیکن رات کشکش میں گزری۔

شاہی دعوت و ملاقات

۱۶۳۵ دو شمسی

یہ سمجھ کر کہ آج قیام ہو ہی گیا ہے بقیہ تاریخی اشارہ کو دیکھنے کی کوشش کی ان میں سے متعدد ہے جن کا تذکرہ کل کی سیر و سیاست کے دوران آچکا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ ان کو بیجا ہی لکھ دیا جائے پھر بھی مسراکش کی تاریخی سیر مکمل نہ ہو سکی، یورپین سیاحوں کی سب سے

بڑی تعداد بہیں کا رخ کرتی ہے اس کی ایک وجہ اس کا موسم اور دھوپ کی موجودگی ہے جس کو یورپ کے لوگ ترستے ہیں، تاریخی آثار اور محل سراؤں کی کثرت ہے اج کے قابل دیدغاظات میں سے جامع کتبیں خاص طور پر قابل ذکر ہے جو ملک غرب کی وسیع تریں، بلند اور ممتاز مسجد ہے لیکن فی زمانہ مرمت طلب وغیرہ آباد ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہاں آٹھ سو کتب فردشون کی دوکانیں تھیں۔

منار کا کتبیہ

یہ منارہ ہفت منزل ہے جس کی بلندی دو سو ۲۶۵ فٹ اور چوڑائی پچاس فٹ ہے جب کہ ہندوستان کا شہر آفاق قطب مینار ۲۳۸ فٹ بلند اور ۱۷۴ فٹ چوڑا ہے یہ مسجد قطب مینار سے چار سال پہلے تعمیر ہوئی۔

چونکہ آج شاید دعوت میں شرکت کرنی تھی اس لئے جلد ہٹل داپسی ہو گئی تاکہ تمام رفقاء کے ساتھ دعوت میں شرکت کے لئے رواشی ہو، دعوت کا انتظام شاہزاد پیغمبر ایک باغ میں تھا جو ہمارے شہر لکھنؤ کے سکندر باغ اور بنارسی باغ کے بہت مشابہ تھا، پھر ہوں کی کیا ریاں اور چن کی روشنیں بھارو دھکلائی تھیں اور ان سے اس بات کا اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں کی سر زین بہت زرخیز اور لگنیز ہے، ایک عمارت کے صحن میں ہم لوگ بھائے گئے، شاید عملہ اپنی خاص دردی میں اس میں سرخ لوبیا اور سفید ڈھیلادھالا بیاس شامل ہے اور یہ دردی پوش زیادہ تر سوٹا میں معلوم ہوتے ہیں، مہماں کی ضیافت کے لئے کمر بستہ کھڑا تھا، ان کے افسر بھی نگرانی کے لئے abul hasan at tall madhi kipin سکریٹری محمد بن سودہ مہماں کی پذیرائی اور ان کا ساتھ دینے کے لئے موجود تھے، کھانے پانچ قسم کے، خالص مغربی دفعہ کے تھے جو ٹوپے ٹوپے تھے الوں میں لائے جاتے اور ہر پانچ سات آٹیوں کے درین جو الگ الگ بیٹھے تھے رکھ دیئے جاتے تھے کھانوں میں بھی صدر زین گوشت ہی تھا، تھوڑے

کھانے کے بعد وہ تھاں اٹھا لیا جاتا تھا اور دوسرے لایا جاتا تھا۔

کھانا ختم ہوا تو لوگ آرام کے لئے ہوٹل میں آئے، عصر کے بعد یہ کار داں میونپل ہال کی طرف روانہ ہوا جہاں چائے اور پیسٹری سے اس کی تواضع کی گئی، اس کے بعد تصریخ کارخ کیا گیا، اندر پیچ کر تکام مہماں ایک مشکل دائرہ میں کھڑے کر دیئے گئے، بادشاہ تشریف لائے اور سلام کیا، صدر جمیعتہ شیخ حُمَّاد القاری نے جو اتنے استاذ بھی ہیں، ایک ایک کا تعارف کرایا، بادشاہ ہر ایک سے مصافحہ اور مزاج پرسی کرتے، جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو مجھ کو تکام رفقاء کی طرف سے پکھ کہنے کا موقع دیا گیا۔

میں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں اس سلام پر اکتفا کرتا ہوں جو ہمارے آپ سب کے پیغمبر اور آپ کے جد والاتبار (روحی فداہ) نے تمام مسلمانوں کو سکھایا ہے یعنی اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ دعا بھی میں دوں گا جو مبارک ترین دن کی مبارک ترین گھر ہے اور ساعت قبولیت میں مساجد کے منبروں پر ہر جمعہ کو خطیب کیا کرتے ہیں، یعنی اللہُمَّ انْصُرْهُنَّ نَصْرَدِينَ شَهِيدَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ "پھر تین نے کہا کہ میں آپ کو عالم اسلامی کی طرف سے ایک بہت عزیز پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو ایک امانت کی طرح میرے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک آج دنیا کے مسلمان بے چینی سے اس کے منتظر ہیں کہ عالم اسلام کے افق سے کوئی نیاستارہ طلوع ہو، مسلمان اس وقت ایسی غیر معمولی حالت سے گزر رہے ہیں جن میں کوئی ایسی ہی غیر معمولی قائدانہ شخصیت ان کی مشکل کشائی اور چارہ سوزی کر سکتی ہے جو غیر معمولی قوت ایمانی، عزم راسخ اور اخلاص کامل سے متصف ہو، اس صورت حال کی تصویر قرآن شریف نے اپنے بیچ مہر انہ اندھوں پر پہنچ کر پیغام دیا ہے www.abulhasanahmadwi.org

حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَبَّبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنفُسُهُمْ
وَظَنُوا إِنَّ لَهُمْ جَاهِنَّمَ الْأَيْمَنَ.

آج بھی نقشہ ہی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے لئے نصرت خداوندی کے سوا

کوئی ٹھکان انظر نہیں آتا، ایسے نازک موقعوں پر عالم اسلام کے کسی گوشے سے کوئی قد آور، کوہ پیکر شفیقت اچانک نمودار ہوئی اور اس نے تاریخ کا دھار ابدل دیا، لیکن اس کے لئے صدق و اخلاص اور عزم و ہمت کی ضرورت ہے یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے جو سیاسی اعراض و مفاداً سے بلند ہو کر رضاۓ الہی اور خدمت اسلام کا عائد کرے، دور آخر میں آپ کے والدنا ارسلان حمَّدُ اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر لوگوں کی نکاہیں پڑتی تھیں، کیوں کہ اللہ نے ان میں ایسی بہت سی صفات و خصوصیات جمع کر دی تھیں، جو اس منصب رفیع کے لئے ضروری ہیں لیکن ان کو جلد پیام رسیل آگی کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ کام لینا چاہتا ہوا۔

۱۳۶۷
۱۳۶۸
میری تقریر کے بعد عبید کلیۃ اللہ شیخ سلیمان حسین دیوبی محدثی نے تقریر کی اجراست مانگی اور اشارہ پانے پر انہوں نے بھی ایک مختصر تقریر کی جس میں زیادہ تر ازہر کے کروار اور خدمات کا ذکر تھا، ایک آدھہ صاحب نے بادشاہ سے اپنی گھری عقیدتمندی اور اخلاص کا اطمینان کیا۔

اس کے بعد ملک حسن نے ایک برجستہ تقریر کی جو صحیح اور فتح عربی میں تھی اور جس میں بعض احادیث کے متون بھی تھے جن سے اندازہ ہوا کہ وہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور کتب حدیث پر بھی ان کی نظر ہے، انہوں نے پہلے اس کا ذکر کیا کہ میرے والد حتم نے میری تبریت ایسی کی کہ علماء کا اترام میری گھٹی میں پڑا ہوا ہے، اتنے مجھے اتنے کثیر التعداد علماء سے جو مختلف مالک سے تعلق رکھتے ہیں، بیک وقت ملاقات کا شرف حاصل ہوا رہا ہے، بھپر انہوں نے علماء کو ان کی ذمہ داریاں یا ود لا تیں اور خاص طور سے دین کے اخلاقی و معالقات پہلو پر زور دیا اور مغربی علوم و زبانوں کی تحریک کی تھی۔ www.abulhasanahmadvi.com

شہزادہ مظہم کی عمر چالیس پینتائیس سال کی معلوم ہوتی ہے، میانہ قد چھر یا بدل چھر پر شرافت و تواضع کے اشار، بیاس مغربی، زبان عربی، اس پر مستعار اعلیٰ نسبی، ان سب چیزوں نے ان میں ایک خاص کشش پیدا کر دی ہے۔ اگرچہ اسلام

پسند طبقہ کی ایک تعداد کو ان سے بعض شکایتیں ہیں، خاص طور پر دین کی سہ بلنڈی کے داعیوں کی ایک جماعت کو اس وقت ہر قسم کی سُرگرمی و آزادی سے غورم کر دینے سے اور بھی عناط نہیاں پیدا ہو گئی ہیں، اس سلسلہ میں شاہ کی کیا مجبوریاں اور ملک کے کیا مصالح تھے اس کا جانبدارانہ جائزہ وقت کی کمی اور صرف دفیت کی زیادتی کی وجہ سے نہیں لیا جاسکا پھر بھی وہ اخلاص و عدم کے ساتھ صحیح کوشش سے ملک کی ایسی محبوب شخصیت بن سکتے ہیں جس پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ ۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں وہ تنہا مسلمان سربراہ سلطنت تھے جنہوں نے عربوں کی مدد کے لئے فوج تیکی (اگرچہ جمال عبدالناصر کی کوتاہ بیتی نے اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا) اس سے ان کا احترام ملک کے باشندوں میں بڑھ گیا، پھر منصب داپین کے متنازعہ صراریں انہوں نے جس رضا کارانہ ہمہم کی قیادت کی جس کو ہبہ المسیرۃ الخضراء کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس کو بڑی کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچایا اس نے ان کی اہمیت میں بڑا اضافہ کر دیا، شاید انہیں باقاعدہ تھا کہ ان کے خلاف قتل کی دو مرتبہ سازشیں ہوتیں اور دونوں مرتبہ حملہ اور دوں نے ان کے قدموں پر ہتھیار ڈال دیتے۔

ان کی اس کامیابی میں بڑا دخل ان کے ولی صفت والد ماجد سلطان محمد الخامس کو ہے میں نے اس دو ہفتہ کے قیام میں عوام و خواص میں سے ہر ایک کو جس میں سیاسی پارٹیوں کے لیڈر بھی تھے اور دینی طبقہ کے ممتاز افراد بھی، تاجر بھی تھے اور تواندہ بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان پایا اس میں تو پکھ دخل سلطان محمد الخامس کی بے داغ نہ بھی زندگی، دیندار تھے اور عالم کو تھا the Sultan of the world اس کے انہوں فرنیسی اقتدار کا خود دارانہ اور دلیرانہ مقابلہ کیا، اور پہاڑ کی طرح اس کے سامنے جمے رہے، وہ فرانس کی پوری کوششوں کے باوجود اونے پونے سودا کرنے پر راضی نہیں ہوئے مغرب کی آزادی کامل کا طالبہ کیا اور اس پر آخر تک ڈٹھ رہے اس کے نتیجہ میں ان کو ۳۵ سے ۴۵ تک

جلاد طنی کی زندگی بھی گوارا کرنی پڑی اور طویل نظر بندی بھی، ان کی عام مقبولیت کے سلسلے میں یہ لطیفہ سنایا گیا، کہ ایک مرتبہ فرانسیسیوں کے اقتدار کے زمانہ میں سارے ملک میں یہ ہوا۔ اُر لگتی کہ سلطان محمد الحامس چاند میں چلے گئے ہیں، ہر چھوٹے بڑے مردوں عورت کی زبان پر "السلطان محمد الحامس فی القمر، السلطان محمد الحامس فی القمر" تھا یہ بات اتنے دلوقت سے ہی جاتی رہی کہ فرانسیسیوں کو شہر ہونے لگا کہ کہیں یہ بات صحیح نہ ہو، پھر جب مغرب آزاد ہوا اور وہ سر بر آرائے سلطنت ہوتے تو لوگوں کی مستتر کا کچھ ٹھکانہ تھا، اگر خدا کو منظور ہوتا اور انکو چند سال اور حکومت کا موقع مل جاتا تو ملکت مغربیہ صحیح معنی میں ایک مستحکم اسلامی سلطنت بن جاتی جو ان بہت سی خصوصیات کی حامل ہوتی جس سے اکثر عرب و مسلم حکومتیں خالی و محروم ہیں۔ لیکن ان کے ناگہانی حادث وفات نے جو ۱۴۶۶ء میں ایک محوی اپریشن کے نتیجے میں پیش آیا، ملک کو ان کی یکاں شخصیت سے محروم اور اہل ملک کو غم والم کے گرداب میں ڈال دیا اور ان کے نوسرے جوان سال فرزند کے دوش پر ان ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا۔ جو ایک دیرینہ سال، آزمودہ کار صاحب غرم، متفق علیہ شخصیت کے مقاضی ہیں، اب یہ دسی وزیر ملک، جو قدرتی دولتوں سے ملا مال اور جس کی دستت میں حال کے حاصل کئے ہوئے سمجھانے اور اضافہ کر دیا ہے اور جس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے کچھ زیادہ ہے، جو ایک ہی دین کی حلقة بگوش، ایک ہی تہذیب کی حامل اور ترقی بنا ایک ہی فقہی دستان فقہ پر عالم ہے، ان کی تولیت و نگرانی میں ہے، یورپ کے دہانے پر ہونے کی وجہ سے اس کو مغربی تکنّد اور مغربی انکار کے چیزیں کامقابلہ دوسرے اسلامی اور عرب مالک سے زیادہ کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے لئے زیادہ جرأت و ذہانت کی ضرورت ہے، یہ بے چینی اور انقلاب کا نہیں ہے متعارف نہیں www.abulhasanainmadw.org اور تحریکیں ملک میں سُرگرم کار ہیں۔

رات کو باوجود دو کو شش کے بھی تاخیر سے الدار ال بیضاء کو روشنی ہوئی ایک بچے شب میں دہان پہنچا ہوا، جمعیت کے سکریٹری نے ہوٹل "مرجا" میں ہم لوگوں کے لئے تکرے

بک کر لئے تھے، تھوڑی رات باقی رہ گئی تھی، دو تین گھنٹے آرام کرنے کے صحیح سفر کی تیاری شروع کر دی، حداودی بھی الدارالبيضا پہنچ گئے تھے، ان کی رفاقت میں پہلے تبلیغی مرکز میں گئے دہلی کچھ لوگ پہلے سے منتظر تھے، مختصر ساخت اخاطب کر کے ہوا ان اڈے روانہ ہوئے، سازھے وس بجے کے قریب جہاز نے لندن کے نیچے پرداز کی، آدھا گھنٹہ کے قریب وہ طنجہ ٹھہر اس شہر کے قریب تلوان میں ہمارے فاضل دوست، مغرب کے ممتاز عالم و مفکر الاستاذ عبدالشہد کون رکن "رابطة العالم الاسلامي" صدر رابطة علماء المغرب کا قیام ہے جو اپنی علالت کی وجہ سے کہیں آسکتے ہیں اور نہ جاسکتے ہیں، طنجہ و تلوان آنے کی دعوت دی تھی، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے اس اہم سماں شہر میں ہو مغرب کے خوبصورت شہروں میں سے ہے جا انہیں ہو سکا، اس سے زیادہ اس بات کا فلک ہے کہ تلوان ہی میں ہمارے قدیم خالص دوست اوزپرانے رفیق کا راشح محمد العربی الہلائی سکونت پذیر ہیں وہ بھی اپنی علالت کی وجہ سے رباطہ نہ آسکے، انہوں نے بڑے خلوص و محبت سے تلوان آنے اور قیام کی دعوت دی تھی لیکن میں ان کی فرمائش پوری نہ کر سکا، آج جبکہ جہاز طنجہ سے گزر رہا ہے وہ اپنے علاج کے سلسلہ میں اپسین گئے ہوئے ہیں، درجنہ طنجہ کے ہوا ان اڈہ پر ان سے ملاقات ہو جاتی۔

اب مَغْرِبَ قِصْلَىٰ کی محبوب قارات نَسَارَ وَ جَهَادِ فَرِنْ سر زین کو مشرق کے سافر کا سلام اور اس خدا کی رحمتیں جو ربت المشرق والمنزب ہے اور جس نے اسلام کے ذیلہ ان دونوں کو ایک اڑی میں اس طرح پر دیا ہے کہ وہ ایک ہی ہار کے دو گوہر ہو اور معلوم ہوتے ہیں، اور وہاں کے ان باشندوں کو سلام جنہوں نے اسلامی اخوت و محبت اور عربی شرافت و ضیافت کا پورا ثبوت دیا اور جواب بھی اس سے ہے پرتفاعل یعنی پرتفاعل کا پرتفاعل اسی اور فاتح اس سر زین میں لائے تھے۔

بَأَنْ كَرْدَهُ كَإِزْ سَاغُونَ فَاسْتَنَدَ
زَمَاسِلَامَ رَسَانِيدَهُ كَجَاهَ استَنَدَ



ماضی حال کے آئینہ میں

مجھے مشرق اسلامی کے اکثر مالک کے سفر کا نوجوانی یا زندگی کے اس دوری میں قع
بلہ ہے جس کو ہم زندگی کی صحیح یا ہمارے تبعیہ کر سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کے
اس دل نواز سر زمین کی زیارت کا موقع مجھے اس وقت ملا جب زندگی کا آفتاب مائل بغرب ہے۔

اسلامی کتب خانہ میں مغربِ قصیٰ کا حصہ

مغربِ قصیٰ (مرکش) کا یہ سفر جماںی طور اور ہمینوں اور سالوں کے حساب سے ضرور
تائیر کے ساتھ ہوا، لیکن اس سفر و حادیٰ میں کوئی تاریخ نہیں ہوئی جو علم و تحقیق اور اسلام کے اس
دستیغ اور عالمگیر کتب خانے کے ساتھ یہیں ہوا، جس میں مغربِ قصیٰ کا بڑا حصہ ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ
صحیح ہو گا کہ اس میں اس کا ایک پورا شعبہ اور (corner) ہے جس کا شمار اس کتب خانے کے
بہت اہم حصوں اور شعبوں میں سے ہے وہ مکتبہ میں تھا جو اس کا عظیم المہر تھا میتوں
اور سر اور روزگار شخصیتوں کے ساتھ ایک زمانہ گزارا ہے، میں اس کے اہم شہروں، تاریخی مقامات
تاریخی ساز جامعات، سادہ و دلنو از مساجد، اس کی تجویزوں اور تہذیبوں اس کی مهم جویوں اور سر
فردوشیوں، اس کے عوچ و اقبال اور اس کی ناکامیوں و کامرانیوں کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں، یعنی

اس کی طویل تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا ہے جو مختلف رنگوں اور اہم واقعات والقلابات سے بھری ہوئی ہے اور جس سے ہر وہ زندہ، باعثت، غیور اور خودار قوم گزرتی ہے، جس کا قوتیکی براؤڈی میں کوئی مقام ہوتا ہے، جس کو اپنی دعوت اور اپنی شخصیت عزیز ہوتی ہے، جو ہر وقت دشمنوں اور مخالفوں کے زخمیں رہتی ہے اور ہمت بلند رکھتی ہے۔

فتح و کامرانی کا ریاض

یورپ کے قرب اور عالم اسلام کے مغربی حدود کے آخری کنارہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مغرب قصیٰ کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہمیشہ حالتِ تیاری میں اور ہر سہ وقت چاق دبو بندر ہے "رباط" جس کے معنی ہی سرحدوں کی پاسبانی اور ایثار و قربانی کے ہیں، دراصل مغرب قصیٰ کے صرف ایک شہر کا نام نہیں جو آج اس کا پایہ تخت ہے، بلکہ پورا مغرب اس لحاظ سے رباط ہے، اور تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ یہ ناکامی و ہریمکت کا "رباط" نہیں فتح و عنیت کا "رباط" ہے۔

اندلس کی یاد

مغرب ہی وہ اصل دروازہ تھا، جہاں سے طارق بن زیاد کی قیادت میں بجاہرین کا پہلا دستہ اندرس میں وارد ہوا اور اسلام کے لئے وحی و اقبال اور یورپ میں علم و عقل کی شعائیں پھیلنے کا ذریعہ اور نقطۂ آغاز بنا، جہاں حکومت بھی تھی، تہذیب بھی، علم بھی اور عقل بھی، پیر اندرس فاتحین اسلام کے خوابی خیالین *Maddah Sahibah* کی بات کا سوال اس گوش اور سورج اور جغرافیک دنوں کے محبوب موضوع کی حیثیت سے ابھر کر دنیا کے نقشہ میں آیا، یہ ایک جنت ارضی تھی، جہاں علم کی گرم بازاری بلکہ حکمرانی و نصر میں روانی تھی، جس کو علماء و شعراء نے اپنائیں اور گلشن بنایا تھا۔ فقہ، شردادب، فلسفہ اور فن تعمیر میں اسکا ایک عالمیہ اور مستقل مرسّک

اور مکتب خیال تھا، جہاں مرسیہ، بلنسیہ، جیان، شَلَّابِہ، قرطَبِہ، اشْبَیْلِیہ، غُنَاطِہ، مدینۃ النَّبِیِّ اور قصر الحَمْرَاء بھیے زندہ اور بولتے ہوئے شہر اباد تھے۔

اندلس اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں مغربِ قصیٰ کامنون کرم رہ چکا ہے اس نے اندرس کو بار بار دو اور لکھ پنچائی ہے اور اس کی تاریخ کے تاریک ترین و تقویں میں وہ مجاهدین و فاتحین اس کو عطا کئے ہیں جنہوں نے اس کو موت کے منہ سے اور اس کے ڈوبتے ہوئے سفینہ کو بھنو سے نکالا ہے، اور زندگی و قوت کی ایک نئی قسط اس کو بخشی ہے ان میں خصوصیت کے ساتھ ہم سلطان یوسُف بْن تَاشِفِین (مُرْكَزَة زَلَاقَر ۶۴۹ھ کے خاص ہیرد اور فارج) کا نام لے سکتے ہیں، یہ دی سلطان ہے جس نے مرکش کا شہر تیبریہ کیا اس کے بعد مشرق کے مرچ اور یہ راه کے فائیج یا ہلیل ابو یوسف المصور المودعی کا نام آتا ہے، جنہوں نے اس نئی میں کی خوشی میں رباط الفتح کے نام سے یہ شہر اباد کیا اس کے بعد ہم پاہنچیم علی الشریف اُسکی (۶۴۲-۶۴۳ھ) کا نام لے سکتے ہیں، جو علوی، سُلَیْمَانی سلاطین کے پوری اعلیٰ اور موجودہ حکمران خاندان کے جدا بوجد ہیں، جنہوں نے اندرس کی سرحدوں کو جہاد کرتے ہوئے کئی پار یورپ کیا، لیکن جب تخت سلطنت ان کو پیش کیا گیا تو انہوں نے پو اپ دیا کہ میں اپنے اس عمل کو کسی دینیوی متفقتوں سے آکوہ کرنا نہیں چاہتا۔

فردوں گشۂ کا ایک جھونکا

مغربِ قصیٰ سے اندرس کی طرف اتنی جلد منتقلی کی میں معافی چاہتا ہوں، یہ سیم جانفرا کا ایک جھونکا تھا جو اس فوجہ سے گشۂ کا نکلا کیا تھا اس کی خلاف مسلمانوں کے ہون اور آنسو جذب ہیں اور جس سے زمین پران کی ذہانت، عبقریت، انسانیت و شرافت اپنی اعلیٰ ترین شکل میں ظاہر ہوئی) اچانک، یہاں آگیا اور کچھ اسلئے بھی کہ اگر کوئی شخص تنگ نئے جبل الطارق (رکھ ۱۰۰ تو اندرس اس کو بالکل قریب نظر آئے گا اور ظاہر ہے کہ قرب مکانی میں

جو اثر ہے وہ بعد مکانی میں کیسے ہو سکتا ہے۔

اسلام کی آفاقیت

مغرب قصی (یا مغرب اسلامی و عربی) بحقردن اولیٰ میں وجود میں آیا اور برگ و بار لایا، اسلام کے پیغام کی جہاں گیری کا روشن ثبوت ہے، اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اقوام عالم کو ان کے تنگ دائرہ اور اس گوشہ گنائی سے (جہاں وہ برسوں سے یا صدیوں سے زندگی گزار رہی تھیں) ایک نئی اور کشاور دنیا میں لے آتا ہے، اور انھیں خانہ جنگیوں اور قبائلی لڑائیوں نیز زندگی و کائنات کے مجدد تصویر نکال کر قافلہ انسانی کی ہمراہ کابی بلکہ اسکی تیاری درہنمائی اور تمذیب انسانی کی تعمیر و تشكیل، علم کی ترقی اور انسانیت کے پیچیدہ مسائل سے لے پس کے و سینے میدان میں داخل کرتا ہے، یہ شامی مغربی پٹی جو یورپی سے بھر اٹلانٹک تک پھیلی ہوئی ہے جتنا اور ترقی پذیر دنیا سے مختلف تحریکوں، تقلیموں، مذہبی اداروں اور مدارس فکر سے مصور دیا ہادی، بالکل جدا تھی پر ورنہ دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، اس کا اگر وہ منشناہی سے کوئی تعلق تھا تو وہ صرف مجدد عسکری بنیاد پر، نہ اس کی کوئی شخصیت تھی نہ اس کے پاس کوئی پیغام تھا، یہ حمالک جو طرابس سے مرکش تک پھیلے ہوئے تھے، چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں ساخت جانی و سخت کوشی، سستگدی اور سفافی اور فنا تھیں کے خلاف مسلسل شورش و بغاوت میں شہور تھے، یہاں تک کہ وہاں کے اصلی باشندے (ان اصحاب سے معانی چاہتے ہوئے جن کا ان نسلوں سے نسبتی تعلق ہے) خود عندر اور وحشیانہ سلوک میں ضرب المثل ہو گئے، اور بربر اور بربریت دنیا کی تمام زبانوں میں اس کے ہم معنی قراریانی، ان قوموں میں میں سولتے قبائلی لڑائیوں اور خانہ جنگیوں، قدیم عادتوں سے وابستگی یا مخصوص قبائلی روایات کے کوئی اور مفید تغیری و علی سستگرمی مطلق نظر نہیں آتی نہ ان کے پاس کوئی ترقی یا فتح زبان تھی، نہ اعلیٰ ذخیس تمذیب، نہ کوئی معقول مذہب، نہ شہور شہر اور آبادیاں، عصر قدیم کا ان کے پاس جو کچھ

سرمایہ تھا، وہ بھی کھنڈروں اور شہروں کے ملبوہ کے نیچے دفن تھا، یہ اس بات کی دلیل تھی کہ خواہیدہ الہیتوں اور صلاحیتوں، مخفی طاقتیوں اور سوئے ہوئے جذبات کی تحریک اور اعلیٰ مقاصد، تمیری کوششوں، انسانیت کے وسیع نقطے نظر اور نسل آدم کے لئے نادی وسائل اور توتوں کے صحیح استعمال میں اسلام کا کیا حصہ ہے اور اس کا رُخ شر سے خیر کی طرف پھیر دینے کی کیسی صلاحیت اور قدرت اس کو حاصل ہے۔

مغربِ اقصیٰ کی بازیافت

جب اس دور راز، لگنام اور مورخوں، چڑافیہ داؤں اور صنفوں کی نظر سے مخفی مستور گوشہ پر اسلام کی باد بہاری کا جھونکا آیا تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک نئی دنیا وجود میں آگئی جس میں ہر چیز نئی تھی۔

یہاں قیروان، فارس، مکناس، مرکش، ریاط، سوسہ، سرقسط، باہر، جایہ تلسان، تونس جیسے شہر وجود میں آئے، جہاں حدیث و تفسیر، فقہ و تصوف، شعرو اوب، نقد و تاریخ اور فلسفہ و حکمت کے ائمہ و نادرہ روزگارِ حق و فکر پیدا ہوئے جن کا شمار کرنا مشکل ہے، یہاں جامع القوین اور جامع الزیتونہ جیسے مدارس قائم ہوئے اور ان سے علوم و فنون کے ایسے ائمہ تیار ہو کر نسلکے جنکے نقوش عربی زبان اور علومِ اسلامیہ کے میدان میں ابھی تک باقی ہیں۔

مغربِ اسلامی کو اپنی تاریخ میں متعدد سخت معزکے پیش آئے، کئی حکومتیں آئی گئیں، کئی خاندان بدلتے، اقتدار ایک بات سے دوسرے باٹھے اور ایک گھرانہ سے دوسرے گھرانہ کے منتقل ہوتا رہا۔ اور سلطنت کو ساختہ *شیخیہ hadیث* *اللہ عزوجلہ علیہ السلام* ایساں ملکے اپنی اسلامی شفیقیت، مخصوص عربی طرز اور علم و ثقافت کے اعلیٰ ذوق کی ہمیشہ حفاظت کی، وہاں علم کی گرم بازاری منفرد و فقہ کے لئے بھی سردمیں پڑی، مساجد و مدارس برابر اپنا پیغماں پہنچاتے اور اپنا کردار ادا کرتے رہے علماء ربانی، اہل حق اور مردان خدا کلمہ حق کہتے، اور صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے رہے۔

اس لحاظ سے یہ انقلابات اور تبدیلیاں سطحی اور وقیٰ تھیں عرب قوم کے جو ہر اصلی کو ان سے کوئی نقطہ نہیں پہنچا اور اس کی شخصیت اور ایمان و عقیدہ پر کوئی اثر نہ پڑا، مذہب وہی مذہب رہا ثقافت وہی ثقافت ذوق وہی ذوق۔

شیعہ معرکے اور شیعی فتح مدنی یا ان

آخریں اس کو ایک ایسے سامراج یا زیادہ صحیح الانما میں نوع کشی سے سابقہ پڑا جو اس طرح کے پر ونی جملوں میں شاید سب سے زیادہ سنگین تھا، وہ زیادہ ذہانت، وقت نظر اور منظور بندی کے ساتھ بنایا گیا تھا، اور بہت دور س اثرات کا حامل تھا یہ فرانسیسی اقتدار تھا، جس کے ساتھ بعض موقعوں پر اپنی سامراج بھی شامل ہو گیا تھا، اس نوار و سامراجیت میں عزم دار اور ادہ بھی تھا اور وضاحت و تفہیم بھی وہ جدید ترین اسلوٹ سے لیں تھا اور نکل فکری ثقافتی علی و تہذیبی تباہ کاری کے درپے، جن وسائل اور جن طریقوں کو اس نے استعمال کیا اس میں نسلی امتیاز عرب اور پربر کی تفرقی اور قریم تہذیب و ثقافت کے احیاء کا جزء شامل تھا، جو لوگ عمر سیدہ ہیں وہ الظہیر الپریلی کو بھی بھول نہیں سکتے جس نے اقبل اسلام کے بعد کی طرف واپس جانے کی کھلم کھلا دعوت دی اور پربری زبان کے احیاء و ترویج کا نافرہ لگایا یہ ایک گھری اور وقار کی سازش تھی جو اخلاقی وحدت بلکہ اسلامی وجود اور شخصیت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے کی گئی۔

لیکن مغرب اسلامی نے ان تمام ریشه دو ایزوں اور سازشوں کا پوری استعمال اور شور و ہوشندی کے ساتھ مقابلہ کیا، ان بریسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ ان کا ایمان عربوں کے ایمان سے اور دین اسلام پر ان کا فخر ہے www.alhasanah.psu.edu.sa میں۔

مغرب اپنے دونوں بازووں (عرب اور پربر) کے ساتھ اس معرکے کو کامیاب

وپا مراد ہو کر نکلا اپنی اسلامی عربی شخصیت اور اپنے عقیدہ اور زبان، اپنی خیرت و خودداری کو برقرار رکھتے ہوئے، اس نے بیرونی سامراج کو اپنے ملک سے بے دخل کر دیا، فراسیی اور اپنی ملک چھوڑ کر چلے گئے، اس طرح اس قوم نے پھر اس کا ثبوت دیا کہ وہ قسم کے جیانخواہ اور وقت کے تمام خطرات کا مقابلہ کرنے کی الہیت رکھتی ہے، یہ اس بات کی بھی دلیل تھی کہ اسلام اس کے رکن رشیہ میں سراہیت کر گیا ہے اور اس کے خون اور روح میں پیوست ہے اور یہ اسلام کے اولین قائلہ سالاروں، اور شہزادوں کے اخلاص کی برکت تھی جنہوں نے سب سے پہلے اس سرزمین پر قدم رکھا جنہوں نے پہلی بار بر قوم کو عربوں کے اس خواہ نعمت اور برکت و سعادت میں شرکیک کیا اور انسانیت کی دولت مشترکہ میں ان کو پورا حصہ دیا۔ اور یہ موقع ان کو حاصل ہوا کہ وہ قوت ایمانی، اسلام پر خود محترم کے احساس اس کے محسن و فضائل سے آرائشی اور الشرعاًی سے تقرب میں خود عربوں سے بھی آنکھ لگانے لگی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا خُلِقْتُمْ
مِنْ ذَكْرِ رَبِّكُمْ وَجْهُنَّمَ
عُورَتْ سَعَىٰ إِلَيْكُمْ أَوْ تَكُونُ قَبْيلَةً أَوْ
تَوْمُونْ مِنْ تَقْسِيمٍ كَيْا تَكُونَ أَنْدَلْ
شَهُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعْرِفُوا
كَيْ بَجَانَ حَاصِلٌ كَرْدَبِيكَمْ تَمْ سَبَّ
أَنْ أَكْرَمَكُمْ عَنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ
مِنْ زَوْجِنَمْ اتَّرْكَ زَدِيكَ وَهُوَ
يَوْمَ سَبَّ زِيَادَهُ ذُرَّتْ دَلَالَهُ ادَرَلَادَ ادِبَ كَرَنَ دَلَالَهُ
إِنْ كَثِيرٌ يَرْهُوكَانَ مِنْ بُرْزِيْ قَوْدَادَوْ مِنْ عَلَمَارَ دَرْزَادَ، دَاعِيَ الَّلَّهِ اتَّشَارَ اَرْصَاحَبَ دَلَلَ
وَرِلَشِ، بَاكِمالَ عَلَمَارَ اَرْهَلَ دَرَسَ اَرْمَعَنَفَ اَرْصَاحَبَ قَلْمَنْ بَيْداَ ہوئے اور وہ سب اسلام کے
خُواجہوں سے سچے میں اس طرح دوعلیٰ ہے، جسی طرح بنا دیجئے جسی طرح ابوالحسن abuhsanalinadv.org میں اسلام کے
سچے میں داخل گئی تھیں۔

عصر جدید کا نیا جلش

آج مغرب اسلامی کو جو مرکہ دریش ہے وہ اس کی تاریخ کے جنگی معروفوں سے زیادہ سخت اور سنگین ہے، وہ عہد آخر کے غیر ملکی سامراج اور بیرونی تسلط سے بھی زیادہ خطرناک اور ہلاک ہے، اس لئے کہ گذشتہ مرکے جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے میان جگ کی کھلی ہوئی بڑائیاں تھیں، جن میں صرف اسلام کا استعمال ہوتا تھا اور شجاعت دجو انحرافی اور جان و مال کی قربانی فیصلہ کرن طاقت تھی، اس کے مقابلہ کے لئے پوری قوم ایک فروع احمد کی طرح اللہ کھڑی ہوتی تھی اور اس کا کفر اسلام اور ملکیوں اور سامراجیوں کی جگ سمجھا جاتا تھا۔

لیکن آج کی راستی ایک خاموش اور طحنہ دی راستی ہے، بہت عیق اور پس پر وہ یہ اسلامی طرز فکر اور مغربی طرز فکر کی (اپنے دسیع تر مفہوم میں) راستی ہے، یہ وہ فکری مرکہ اُرستی ہے جس کا خلاصہ ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں، کہ کیا مسلم اقوام یا اسلامی عالیک اسلام کا ایک ایسے دین و مذہب کی حیثیت دینے پر تیار ہوں گے جس کے اندر بھی نوع انسان کی نلاح و کامرانی کا پورا سماں موجود ہے، اور جو زندگی کے ہر شعبہ میں واضح ہدایات دیتا ہے، ایک ایسا کامل دین جو انفرادی و اجتماعی زندگی، تہذیب و تمدن، نسل جدید کی تشکیل و تعمیر اور علمی سیاست میں پا مترقب بالذات اور علیحدہ مخصوصہ رکھتا ہے اور ہر اس مسئلہ میں جس سے اس کی روح مجرور ہوتی ہو اور زندگی میں اس کے تعین کردہ مقاصد پورے نہ ہوتے ہوں مداخلت کرنے کا حق رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر احتساب کائنات قافیہ انسانی کی رہنمائی و قیادت اور تمدن انسانی کی بگرانی اور روح انسانیت کی حفاظت پر پہنچا ہے www.abulhasanainiaadw.org یہ ملک اسلام کو ایک ابدی اور عالمگیر دین کی حیثیت سے اختیار کریں گے جو زندگی اور قوت سے بھر لپر زمانہ کے ساتھ ہم آہنگ بلکہ زمانہ پر حکمراں ہو، ہر سلسلہ حل کرتا ہو بلکہ اس کے پیدا ہوتے گھبے ہی اس کا سداباپ کرتا ہو اور اس کی پیش بندی اور انتظام کر دیتا ہو کہ اس کے معاشرہ میں اس قسم کے

مسئلہ ہی پیدا نہ ہوں اور بالا درستی ہمیشہ اس کی رہے۔

یادہ اسلام کو مجرم عقیدہ یا ایمان کی حیثیت دیں گے اور مذہب کو انسان کا پر ایوبیٹ معاملہ تصور کریں گے جس کا معاشرہ انسانی، زندگی کی تشکیل، نظام تعلیم و تربیت اور نئی نسل کی نشوونما اور ذہنی ساخت و پرواخت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ قانون سازی اور زندگی کے معاملہ میں مداخلت کا اس کو کوئی حق نہیں ہے، ایک مسلمان اگر عقائد، عبادات نام و سب قویت، رسم و رواج خاندانی و نسلی روایات اور پیدائش و موت کے مراسم کے لحاظ سے مسلمان رہنا چاہے تو وہ سکتا ہے، پلانگ (منصوبہ بندی) اسی طرح مغربی رہے گی جیسے پہلے تھی، تہذیب لپٹے تمام خارجی و داخلی اور شخصی و اجتماعی مظاہر میں مغربی ہوگی، اقتدار و محیار وہی دہیں گے جن پر مغرب کے فلاسفہ و فکریں نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہو اور جن کو مغرب میں تقدیس و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو اخلاق و معاملات وہی قابل قبول ہوں گے جو مغرب کے مادہ پرستانہ ماحول میں برتنے جاتے ہیں اور جن پر سیاحت کا برائے نام اثر ہے اور انکا لوگی اور اقتداری رسم کشی اور زور آزمائی کی مضبوط گرفت ہے۔

مغرب کی تئی ٹکنیک

ہر اخبر و دیدہ و شفہ محسوس کر سکتا ہے کہ مغرب نے اپنے طویل چہروں سے جو اسلامی عقیدہ کی تنج کرنی اور مسلمانوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کرنے کے سلسلہ میں (جس طرح اسپین میں ہوا) اس کو حاصل ہونے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور اب اس نے ترویج ہیئتائیت کے محدود و تنگ خیال اور پرانے مذاہدیہ کا کمپنی کیا کہ اپنے کھانہ کھانا کھاتا ہے اور بعض وقت شدید روکن کا باعث بن جاتا تھا، بالکل خیر باد کہہ دیا ہے، اس کو چھوڑ کر اس نے اب یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کی جدا گاہ اسلامی شخصیت اور اس تہذیب سے محروم کر دیا جائے جو ان کے عقیدہ، قرآنی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کے زیر سایہ پر وان چڑھی ہے اور اس میں

دنی شعائر و فرائض کی ادائیگی کی ہر ممکن سہولت کا خیال رکھا گیا ہے اور جو طہارت کے خاص اسلامی مفہوم کی حامل ہے۔

اسلامی تمدن کے خلاف سازش

تمدن کی جڑیں نفس انسانی اور قوم کے جذبات اور احساسات میں ٹڑی گہری ہوتی ہیں اور کسی ایسی قوم کو اس کے خصوص تہذیب و تمدن سے جُدا کرنے یا محروم کرنے کی کوشش (جو اس کے دین و شریعت کے سایہ میں پروان چڑھتے ہوں اور برق بار لائے ہوں اور جن کی تشكیل و تکمیل میں دینی ذوق، دینی مزاج اور دینی رنگ کا پڑا حصہ ہو) اسکو سرخپتہ حیات سے محروم کر دینے کے مراد ہے اور اس کا مطلب اس قوم کا عقائد و خیالات اور دینی مرام کے خود و دائرہ میں بند کر دینا اور اس کا رشتہ ماضی سے کاٹ دینا ہے، تاریخ بتانی ہے کہ اس قیر و انقلاب کا اثر اقوام عالم اور انسانی سوسائٹیوں کی زندگی پر ہمیشہ بہت گھرا پڑا اور وہ آہست آہست ان قوموں کے تہذیبی سانچے میں ڈھلن گئیں یا ان کی تہذیب کے تیز وھارے میں مل گئی جنی تہذیب و ثقافت سے (اس کے دینی مفہوم میں) انہوں نے استفادہ کیا تھا، اور بالآخر وہ اس عقیدہ کے بھی دست بردار ہو گئیں جکو ابھی تک وہ اپنے سینہ سے لکائے ہوئے تھیں اور اس میں انکو زیادہ دشواری پیش نہ آئی۔

نئے سوالات، نئے مسائل

تہذیب مغرب کے خطرہ پر اس قدر زور دینے اور اسلامی شخصیت اور ملت مسلمہ کے وجود پر، مغرب سے استفادہ مل قتوسا، کم ضرر از انتقام کا الاطاف فکر کر کے مقصود یہ نہیں ہے کہ زندگی کی وہ سہولتیں، مفید و صالح وسائل اور راحت رسانی و رفاه عام کے وہ سامان و اسباب جو تہذیب مغرب نے فراہم کئے ہیں، قابلِ اجتناب ہیں اور یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے اس لئے کہ یہ بات کوئی سمجھ دار آدمی (اور خاص طور پر وہ شخص جو دین کی روح اور دینی تعلیمات

سے واقع تھے اور جانتا ہے کہ اسلام اس معاملہ میں بھی شے سے بہت روادار کشادہ قلب اور
وستق النظر تھے) کبھی نہیں کہہ سکتا، لیکن اس موقع پر مغربی تہذیب کا مفہوم و مقصود، اس اپد
ووسائیں ایجاد اٹ و آلات اور فرمہ زندگی کے مفید اور کار آمد تجربوں سے زیادہ وسیع و گیش
ہے، اس سے مراد وہ تمام افکار و اقدار معيار و پیمانے زندگی کو مغربی رنگ میں رنگنا، شہروں کی
بھروسگی اور اداز سرفہ منصوبہ بندی، نیز زندگی کے وہ آداب اور انداز و اطوار ہیں، جو اسلام کی تعلیمات
(و رہنمای و نظافت، احتمال و توان، میانہ روی و توسط کے اس کے اپنے معيار کے منافی
ہیں، اور شریعت کی مقرر کردہ حدود کی پابندی پر پورے نہیں اثر تھے، اس مغربی طرز زندگی اور
طرز معاشرت کے ساتھ ایک مسلمان کے لئے آواب شریعت کا لحاظ اور بہت سی مشتوں پر
عمل نہیات دشوار ہے، اس کی وجہ سے وہ صحیح اسلامی زندگی سے (بحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے گزاری تھی) بہت دور ہوتا جاتا ہے، اس
مغربی تہذیب و تکون کو اختیار کرنے کے بعد پوری قوم ایک نئی شخصیت کی حاملی ہو جاتی ہے
اور اس کی شناخت صرف اسلامی ناموں اور قوموں مقامی لباسوں سے ہو سکتی ہے (جن کا
رواج بعض مشرقی ممالک میں ابھی تک باقی ہے) یا اس وقت اس کے مسلمان ہونیکا احساس
ہوتا ہے، جب وہاں کی مسجدوں سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے یا جب آپ وہاں کسی مسجد
میں داخل ہوتے ہیں اور اس ملک کے حالات کے مطابق آپ کو نمازی نظر آتے ہیں
کچھ کم اور کچھ زیادہ، ان ملکوں کا اسلام سے رشتہ عقاہ در مر اسم کے ایک کمزور دھاگہ
سے بندھا ہوا ہوتا ہے جو خدا خواستہ تکمیلی طور پر جاتے تو ہر چیز کا خاتم ہے۔

صحیح اور مکمل اسلامی تہذیب کا طرف

www.abulhasanainiadv.org

مجھے یقین ہے کہ ایک طرف عصر جدید کی فراہم کردہ سہولتوں اور علم جدید
کے نکشے ہوئے علیوں اور دوسری طرف تہذیب اسلامی کے حسن، سعادگی، سنبھلگی اور
ہمارت و نظافت سے خصوصی اختنا، اسراف و تبذیر، ظاہری مظاہر اور غیر ضروری زیبائش

وائرش سے احتساب دونوں چیزوں کو بآسانی جمع کرنا ممکن ہے لیکن ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلامی حکومتیں یا اسلامی معاشرہ ایک جدید خود کفیل اور مستقل بالذات پلانگ اور مخصوصہ بندی کے لئے اپنے کو آمادہ کرے جو اندھی تقليد، بلا سوچ کچھ غلط کے ساتھ اقدام اور احساس کمری سے آزاد اور پاک ہو اور اس کے پاس ذہانت، آزادانہ فکر و بصیرت خود نگری دخوا اعتمادی اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب کی بالادستی اور برتری پر یقین کامل کا سرایہ ہو اس شکل میں یہ مخصوصہ بندی اور معاشرہ کی تحریز نو کا خاکہ اپنے سابق اور مستعار نقشہ سے زیادہ جاذب نظر لا دیز اور زیادہ لائق احترام ہو گا اور یہ مخصوصہ بندی اسلامی شہر نہ صرف سیاہوں کا مرکز ہونگے بلکہ اس سے بڑی تعداد میں اہل علم ان کو دیکھنے کے لئے آئیں گے، اور شاید تہذیب کا یہیں وجہی نہوں یا اڑاز نو متعود مغربی مالک کو اس پر آمادہ کر سکے گا کہ وہ اس کے بعض پہلوؤں کی اپنے یہاں نقل کریں اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں یا کم از کم اس پر غور کرنے اور اس کا احترام کرنے پر مجبور ہوں جیسا کہ ایک زمانہ میں انہیں کی اسلامی تہذیب کی ساتھ پیش آیا تھا اور مغربی تہذیب کے فلسفہ و ادب پر اس نے گزرے نقش چھوڑے تھے۔

تہذیب مغرب کا ناقص ایڈیشن

لیکن انسوس کی بات ہے کہ کسی مشرقی مسلم ملک اور کسی مسلم حکومت کو اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ محض تجربہ کے طور پر اس کی کوشش کرتا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ مالک آج مغربی تہذیب کا ایک ناقص و ناتمام ایڈیشن یا اس کی ایک ایسی دھنڈلی اور منٹی ہوئی تصویر ہیں، جو مغربیوں کے لئے [کوشش www.alharaka.org](http://www.alharaka.org) کو کہا جائے گا کہ اس کا احترام کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا جب وہ ان شہروں میں سیاحت و تفریح کی غرض سے وارد ہوتے ہیں تو اس نقائل یا "حسن مستعار" کو دیکھ کر کہتے ہیں (بضاعت ندادت الینا) یہ تو ہمارا ہی سامان ہے جو ہمیں لوٹا دیا گیا ہے۔

تعلیم و ثقافت کی تئی قومی پالیسی

اس سے زیادہ خطرہ کی بات تعلیم و ثقافت اور اعلام (اطلاع و ابلاغ و قومی رہنمائی) کی تئی قومی پالیسی ہے جس سے زیادہ طاقتور، موثر اور زود اثر نسخہ (باخصوص تئی نسل کی تشکیل جدید میں) اب تک دریافت نہیں ہوا، وہ ایک ہی وقت میں دایہ بھی ہے، مکتب کا استاد بھی، معلم و مربی بھی، اور زعیم و رہنماء بھی وہ ایک شخصیں ایمان و عقیدہ اور انکار و اقتداء پر ایمان رکھنے والی قوم کو آسانی کے ساتھ تراش خراش کے ایک تئی قوم بناسکتا ہے جو اپنے آباؤ اجداد سے صرف خون و نسل کا یازبان کا تعلق رکھتی ہے، بلکہ اس کو ایک ایسی باقی قوم بتا دیتا ہے جو ان عقائد، مسلمات و مبادی اور ان اخلاقی اقدار سے جنگ کرنا، اس کو تباہ دبر باو کرنا اس کے ملبہ کو راستہ سے ہٹانا اور باقی ماندہ آثار کو ہٹانا اپنا فرض سمجھتی ہے خواہ اس تجزیبی اور سلبی عمل پر اس کی ساری توانائیاں ذہانتیں اور صلاحیتیں صرف ہو جائیں اور پورا ملک اور معاشرہ ایک خوزیری خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائے جو بعض اوقات پردنی حملہ اور غیر ملکی اقتدار سے کہیں بدتر اور کہیں زیادہ طویل ہوتی ہے۔

یہ معنوی اور اخلاقی نسل کشی کسی قوم و ملت کے لئے جسمانی، نسل کشی (Genocide) سے زیادہ خطرناک ہے: "نسلی قتل عام" کے وہ قدمیں تین علیحدہ اجوپنے دشمنانہ سلوک اور درندگی و سفا کی میں ضرب الشل ہیں، اگر اس راز کو سمجھتے اور یہ جدید وسائل استعمال کرتے تو اس قدر ہرگز بذکر شاید تاریخ ان کو بہت اچھے الفاظ سے یاد کرتی اور ان کو خلق پرور، علم و فنا اور انسانیت دوست ہما جائیں۔

عالِم اسلام کی موجودہ قیادت

عالِم اسلام کی قیادتوں کی کہانی اور نصف صدی کے اندر و راصل مسلم

اقوام کے اسلامی دینی مزاج سے گلوخلا صی کی اور ہر مکن ذریعہ سے اس کی سر کوبی و نجگنی کی کہانی یا نارنج ہے، یہ خواہ اُسام جنگ اکثر اسلامی ٹالک میں ناکامی دنامروادی پر ختم ہوئی لیکن اس مدت میں اس نے ان قائدین کے بہترین قوائے ذہنی و عملی اور ان اقوام کی ساری توانائیوں اور صلاحیتوں کو بیداری کے ساتھ پھوڑ لیا اور اس کا کوئی فائدہ ان کو نہ پہنچا اگر حقیقت کے اعتراض اور قوم کی بعض شناسی کی بنیاد پر اس سے بہت تحفظی کوشش کیجا تی اُر قوم و ملک کو اس سے کہیں زیادہ فائدہ پہنچتا، اور ان قائدین کے وقت اور صلاحیت کا بڑا حصہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا۔

”خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی“

الجزائر کی جنگ آزادی (جس میں بوش ایمان اور غیر ملکی کا پورا پورا استعمال ہوا) نیز فرمائی رہائے مغرب کا من مارچ (Gren march) جو نومبر ۱۸۷۰ء میں بڑی حکمت و قابلیت کے ساتھ شروع ہوا اور اس کی کامیابی کی صدائے بازگشت ساری دنیا میں سنی گئی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ انتہا صرف اس بات پر بستیک کہتی ہے اور اس ترکیب کے لئے سرسردشی و جان سپاری کے لئے آمادہ ہوتی ہے، بودی نیزگ کی حامل ہو جو اس کے دل کے مفراب کو چھپدے اور اس کے سوئے ہوئے ایکاٹی جذبات کو بیدار کر دے، وہ صرف ایمان و عقیدہ اور شوق و محبت کی زبان سمجھتی ہے، جس کو عقل سے پہلے اس کا دل ستتا ہے یہ تجربہ عالم اسلام کے مشرق و مغرب میں دسیوں بار کیا جا چکا ہے، اس نے عقل عملی اور فطرت سیم بلکہ عاقلانہ سیاست www.abulhasanakhnadwi.org اور یکماہر فیادت لا بی فیادت میں ان اقوام سے استفادہ کا یہ مختصر اور آسان طریقہ چھوڑ کر دہ بچپیدہ راستے اختیار نہ کریں جن کا ساتھ یہ تو یہ بد دلی سے اور مجبوری کی وجہ سے دیتی ہیں اور ان کے مزاج کے ساتھ طاقت آزمائی اور اس کو بدلتے کی سعی لاحاصل میں ان قیادتوں اور خود ان اقوام کا بڑا قیمتی وقت برپا ہوتا ہے

اور وہ کو شیش "کوہ کندن دکاہ بر آوردن" کے مزاد ثابت ہوتی ہیں، اس لئے کہ جو
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی"

اور جیسا کہ کسی عربی شاعر نے کہا ہے۔

ذہلکت الایام ضد طباعہا مطلب فی الماء جد و قفارہ

چھڑائے سستی اور غیر ضروری رواداری

ان قیادتوں میں وہ قیادتوں بھی ہیں جن کے دل میں اسلام کا احترام ہے،
اور وہ دائرة اختیار اور دائرة اثر میں اسلامی احکام نافذ کرنا چاہتی ہیں اور ان کو اپنے ہمارے
کا اعتماد اور احترام بھی حاصل ہے لیکن وہ سستی اور غفلت، کاموں کو ملتوي کرنے کی خاتم،
ارادہ اور نیصلہ کی کمزوری، اور اسلام دشمن عزیز کے ساتھ غیر ضروری رواداری کا شکار ہیں
وہ ان عناصر کو اپنے ^{ٹکنی} نظام، اعلام (Information) صحت اور پریس میں کام
کرنے کا موقع دیتی ہیں اور اس کا نتیجہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عناصر ان کمزور قیادتوں کو
راستے سے ہٹا کر اتنا دار پر پہلی فرصت میں قابض ہونا چاہتے ہیں، اور رفتہ رفتہ ملک کے پورے
انتظامی ڈھانچے پر اپنی گرفت مستحکم کر لیتے ہیں، مسلم اقوام ان بے دین، لا اذہب اور کیونسٹ
طائع آزماؤں کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور ان مقاصید اور اس طرز زندگی کی طرف اس کو بھیڑ
بکریوں کی طرح ہنکایا جاتا ہے جن سے ان کا کوئی رشتہ نہیں، وہ سب کچھ دیکھتی ہیں،
لیکن کچھ کرنہیں سکتی ہیں۔

ی صرف ان مسلم قائمین کی کستہ سہیل ہنکاری www.azulihasanalinadwi.org مولانا نصانع کرنیکی عادت
اور اپنے دشمنوں اور اسلام کے دشمنوں کو بہتر سے بہتر موقع فراہم کرنے کا مزاج ہے۔ جس کا

لے زمانہ کو اس کے مزاج اور فتار کے خلاف کسی چیز پر مجبور کرنا ایسا ہے جیسے کوئی پانی میں اگ کا شعلہ تلاش کرے

خیازہ بھی خداوند ہی کو بھگت پڑتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ مغربِ اسلامی ان تین دنگین تجربوں سے جو مالکِ اسلامیہ کی تاریخ میں بار بار کئے گئے اور خاص طور پر ماخی قریب کے ان واقعات سے جزو زوش کی طرح عیاں ہیں، پورا فائدہ اٹھائے گا اور وہ مہلکِ فلکی نہ کرے گا، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

السعید من وعظ بغيرة نوش نصیب دھے جو
دوسروں سے سبق حاصل کرے

دگر دانے سے راز آید کہ ماید

آجِ مسلم مالک اور مسلم اقوام کو ان سرپر منڈلاتے ہوئے ہمیب خطروں سے اگر کوئی پھاسکتا ہے تو وہ باہم ت، عالیٰ حوصلہ اور ارجمند و اقبالِ مند قائد و رہنماء ہے جو اپنے عقیدہ اور اصول کی خاطر اپنی لذت دراحتِ کو قربان کر سکے اور نفس کے تہامِ مرغوبات (مثلاً آرام و آسائش، درج و توصیف، ملکِ دمال اور جاہ و اقتدار) پر غالب آسکے اور واقعہ یہ ہے کہ ایک ان اور اشکد کے مظلوم و مغلوب بندوں کی انسان نما درندوں سے گلو خلاصی اسلام کی حمایت اور مسلمانوں کی پابانی، ان کے مستقبل کی ضمانت، خدا کی نوشندوںی اور رضا اور جماعتِ مجاهدین و مجودین میں شمولیت سے بڑھ کر عزّت اور لذت کریں اور پیزیں نہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس طرح کے کارگزاروں فاشعار بندوں کو جو کسی آڑے وقت میں اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہو لے ہیں عزت و سرخزوئی تبلیغیت و مقبولیت، فیضِ عام اور نقشِ ودام، دلوں پر حکمرانی اور جیوبیت و نیکنامی کا وہ انعامِ عظیم اور "حیاتِ جادو اُنی" عطا فرماتا ہے، جس کے سامنے دولتِ دنیا کے پیچاریوں بھجوئی اور وقیٰ شہرت کے طلب کاروں اور مصشوی عزّت کے حضریداروں کی "متشاع غافل"

کوئی بیشیت نہیں رکھتی۔

مغرب اسلامی کے ان تمام بھائیوں کو جنگوں نے اپنی خلوص و گرم بوشی کے ساتھ ہمارا ہر جگہ استقبال کیا اور اپنی اسلامی اخوت اور دوستی عربی ہمچنان نوازی کا پڑھ چھک کر مظاہرہ کیا، ہمارا سلام شوق پہنچا اس لئے کہ یہ چند دن جو ہم نے ان کے بجوار میں اور ان کے خوبصورت سر سبز و شاداب ملک میں گزارے، ہم کے ان حسین دخوشنگوار دونوں میں ہیں جو انسان کے حافظہ سے کبھی مونہیں ہوتے۔

مَكَّةُ الْعَالَمِينَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
فَارِسِ الْكَوَافِرِ تَنَاهٍ عَنِ الْمُنْكَرِ نَبِيُّ الْمُتَّقِينَ

مكتبة العالمة ابو الحسن
دار علوم وكتابات اسلامية ببرلين

١٠٢٤
١٣٣٨

مکتبہ فردوس کی نئی مطبوعات

شرق اوسط کی ڈائری : مولانا یید ابوالحسن علی ہدایہ کا بیش بہاسفرنامہ اور دو زبانی پر صس سیس
مولانا نے اپنے ۱۹۵۴ء کے سفر مصر و ٹران اور خام کر رودا و قلبند کے بیانے، اس سفر نامہ میں آپکو مرد موسی
گی فراست، مالیر بیان کی احتیاط، ادائی کا بوش و بلوچ و فکر کی بانی ظفری، قائد و رہنما کی درستی، سفر طلاقے جتنی
بلکچکشی نظر اے گی، خوبصورت ڈسٹ کو، قیمت پندرہ روپیہ ۴۵/-

جب ایمان کی بہار آئی : از: مولانا استبد الدین الحسن بنی نندی

رامے، پی کی تربیت گاہ سے بالا کبر کی شہادت گاہ مکہ، ایمان و یقین اسلامی انداز اور یقین
قریانی کی وہ روح پرور داستان جو ہبھی بار واقعات کے پہلے اور ادبی انداز میں پیش کی گئی ہے۔ خروج
میں حضرت یید احمد ہیڈ کی سیرت کا مکمل پیچہ و پیش کر دیا گیا ہے، اس کے بعد افراد گیر اور مشتبہ واقعات سیان
کئے گئے ہیں۔ دوسرا ڈیشن، خوبصورت سروقی اور اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ قیمت پانہ روپیے

پڑانے چراغ : از: مولانا استبد الدین الحسن بنی نندی

محاضر شخصیتوں، بزرگوں، امدادوں اور دوستوں سے تعلق تواری معاشرین، متأثرات، مشاہدات،
واقعات اور معلومات کا دلپیٹ، گود، قیمت سو روپیے ۱۹/-

مغرب اقصیٰ (مرکش) میں دو سفہتے : از: مولانا یید ابوالحسن علی ہدایہ، قیمت پانہ روپیے ۹/-

پھند و سری کتابیں

ذکر خیر: مولانا ندوی کی والدہ مریم کے حالات لندگ، قیمت تین روپیے ۲/-
روداد چین: ندوہ اعلار کے تاریخی جتنی کا انکھوں بیکھاوال، ایسید محمد الحسن ندوی قیمت پندرہ روپیے
سیرت مولانا محمد علی منیری: (جیدیہ اڈیشن) ایسید محمد الحسن ندوی قیمت پانہ روپیے ۱۷/-

مکتبہ فردوس مکالمہ نگر (بڑی)، لکھنؤ